ہفت روزہ

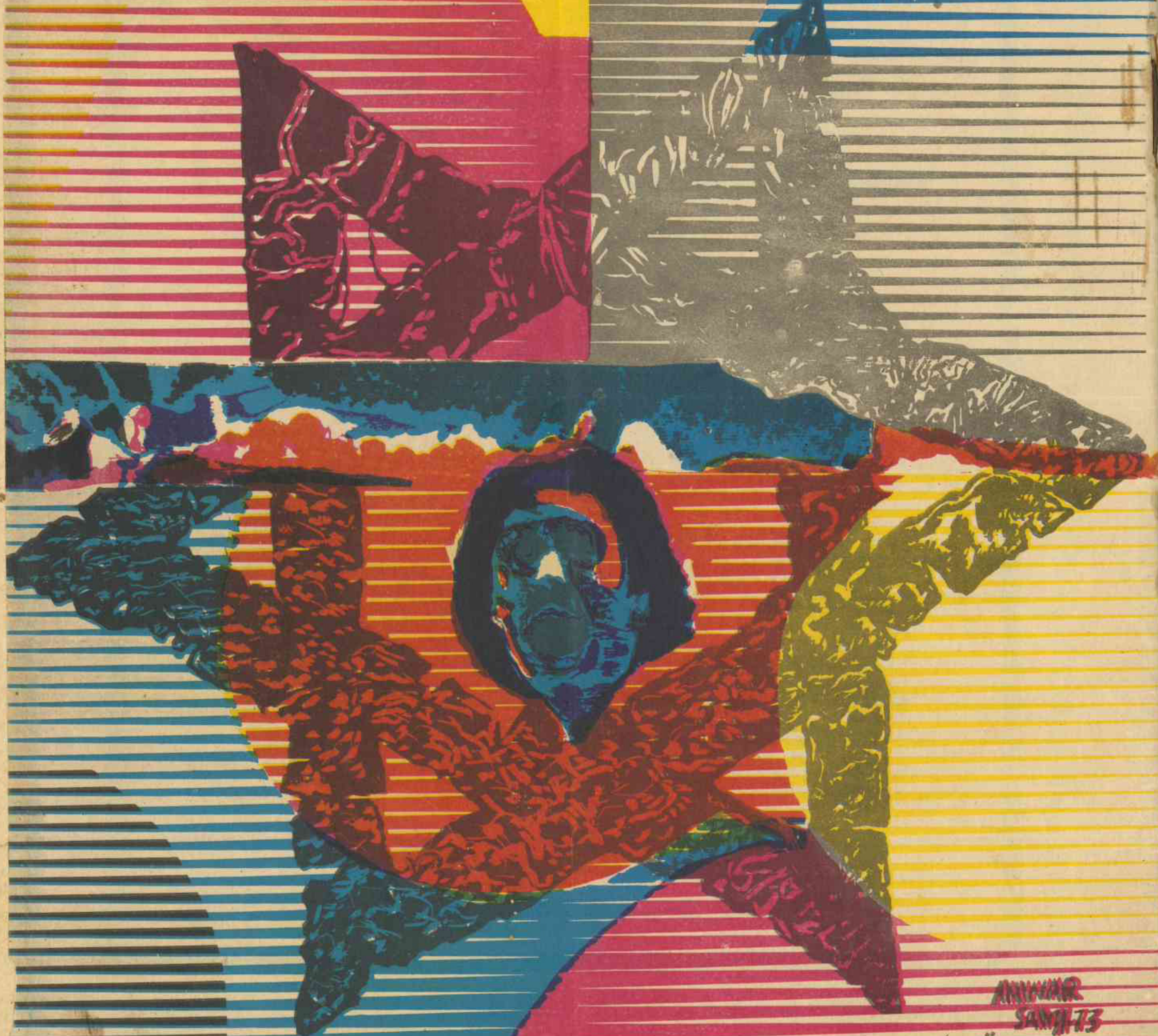
الفتح

کراچی

۱۸ - ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۳ء

یاسر یاسر یا حبیب
فتح فتح تل ابیب

اشاعت خصوصی



قیمت ایک روپیہ

ہوائی ڈاک سے ایک روپیہ ۔۔۔ پیسے

بینکوں میں ہماری حیرت انگیز شرحِ ترقّی سے ثابت ہوگیا ہے۔ ہم ہیں آپکے لئے ایک کامیاب بینک

’کامیاب بینک‘ یہ ہے ہمارا سلوگن۔ ہمارے بینک کے منیجر حضرات اور کارکنوں نے اپنی مُسلسل شاندار کوشش سے اس مقصد کو پالیا ہے۔ یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ پاکستان کے کمرشل بینکوں میں ہماری رفتارِ ترقی حیرت انگیز ہے لیکن ہم اسے کامیابی کی ابتداء سمجھتے ہیں۔
ہم ہر دوسرے ہفتہ ایک نئی شاخ کا افتتاح کرتے ہیں۔ اب زیادہ تعداد میں لوگ پاکستان کے ہر حصے میں ’کامیاب بینک کے تعاون پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہمارا نیا نِشان‘ ہماری کامیابی کی علامت ہے۔ ہماری نمایاں کامیابی مسلسل ترقی کی ابتدا ہے۔ کامرس بینک میں جلد ہی تشریف لائیے۔ آپ کی انفرادی خدمت کو ہم اپنا اوّلین فرض سمجھتے ہیں۔

کامرس بینک لمیٹڈ

کامیاب حضرات کے لئے کامیاب بینک

CBL-3-73

ASIATIC



خدا کی بستی کے مظلوم عوام کا ترجمان

ہفت روزہ الفتح

ایڈیٹر

وہاب صدیقی

جلد ۴ ـ شمارہ ۲۳

فون: ۴۱۲۲۷۴

فہرست

مشرق وسطیٰ اشاعت خصوصی

قیمت ، ایک روپیہ
ہوائی ڈاک سے
ایک روپیہ ۲۵ پیسے

سرورق : انور سمیع
تزئین ایم۔ ایس۔ بھٹی

ارشاد راؤ پبلشر نے حقی آفسٹ پریس لیاقت آباد سے چھپوا کر دفتر ہفت روزہ "الفتح" ۸۰۔ ڈی۔ نرسری کمرشل ایریا، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس کراچی ۲۹ سے شائع کیا



اداریہ

یہ ہماری جنگ ہے

عرب دنیا ایک بار پھر اسرائیلی جارحیت کا مردانہ وار مقابلہ کر رہی ہے جہاں مصر، شام، لیبیا، عراق سعودی عرب، اُردن اور دوسرے عرب ممالک امریکی سامراج کی ناجائز اولاد اسرائیل کو منہ توڑ جواب دے رہے ہیں۔ وہاں انقلابی رہنما یاسر عرفات کی قیادت میں فلسطین کے بطلِ حریت جیالے اور بہادر فدائین، جانباز حریت پسند صیہونیت کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ اور اب یہ جنگ، عرب ممالک کی ہی جنگ نہیں رہی بلکہ ہماری بھی جنگ ہے اور دُنیا بھر کی اُن تمام مظلوم اقوام کی جنگ ہے جو امریکی سامراج اور اُس کے پالتو ایجنٹوں کے ہاتھوں پس رہے ہیں۔

اسی جنگ کے دوران عربوں نے جس مثالی اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے، اس کی بدولت انہیں سُرخروئی نصیب ہو رہی ہے، مصر کی مسلح افواج کو وادیٔ سینا کا مقبوضہ علاقہ اور سوئز کا مشرقی کنارہ دشمن کے قبضے سے واپس لینے میں کامیاب ہو رہی ہیں، اُدھر شام کی بہادر افواج اور اُن کے ساتھ سعودی عرب، اُردن اور عراق کی افواج کے دستوں کی دشمن کے خلاف مزاحمت قابل مُبارکباد ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ عرب اقوام کا اسرائیل کے خلاف یہ معرکہ فیصلہ کُن ثابت ہو گا۔ اور سامراج کو ویت نام کے بعد عرب سرزمین پر عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پاکستان کے عوام کے دل عربوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ ہم بھی سامراج گزیدہ ہیں۔ اور عرب عوام بھی۔ دراصل عرب دُنیا کی اسرائیل کے خلاف موجودہ اور اس سے قبل جنگ دُنیا بھر کے عوام کی سامراج کے خلاف جنگ کا ایک حصّہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں عوام کے دلوں میں عربوں کے لئے بے پناہ محبت اور اُن کے شانہ بشانہ اسرائیل اور امریکی سامراج کے خلاف لڑنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے صدر سادات

کے نام اپنے پیغام میں یہ کہہ کر کہ "عربوں کی جنگ ہماری جنگ ہے"۔ پاکستان کے کروڑوں عوام کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ وزیراعظم نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اصولوں کا تقاضا ہے کہ ہم عرب بھائیوں کا ساتھ دیں۔ اس کے لئے ہم پرواہ نہیں کرتے کہ کون سی بڑی طاقت ناراض ہوگی۔ اور کون سی بڑی طاقت خوش ہوگی۔

وزیراعظم بھٹو کا یہ بیان عرب عوام اور پاکستانی عوام کے درمیان گہرے اور مضبوط رشتے کا موجب بنے گا۔ ہمارا مشورہ ہی نہیں بلکہ پاکستانی عوام کی دلی خواہش ہے کہ ہم اس جنگ میں عملی طور پر شریک ہوں۔ ڈاکٹروں کی ٹیمیں بھیجنا روایتی عمل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اسرائیل نے گزشتہ جنگ کے دوران عربوں پر جو کاری ضرب لگائی تھی، عرب اقوام اب اُن زخموں کے علاج کے نہ صرف اہل ثابت ہو چکے ہیں بلکہ وہ اسرائیل کا مکمل آپریشن کر رہے ہیں۔ پاکستان کی حکومت کو عربوں کے ساتھ مِل کر اسرائیل کو ایسی ضربیں لگانا چاہیئے کہ اُسے امریکی ڈاکٹر لاعلاج قرار دے دیں۔ عربوں کی جنگ، ہماری جنگ صرف اور صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔

حکومت کا اپنا فریضہ ہے اور عوام کا اپنا۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ بڑے پیمانے پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار کریں۔ عربوں کے شانہ بشانہ لڑنے کے لئے رضا کار بھرتی کئے جائیں۔ دانشور اور ادیب، صحافی اور قلم کار عرب کاز کے لئے مقدُور بھر کوششوں سے کام لیں۔ ملوں اور کارخانوں میں سامراج کے خلاف اجتماعات کا اہتمام کیا جائے۔

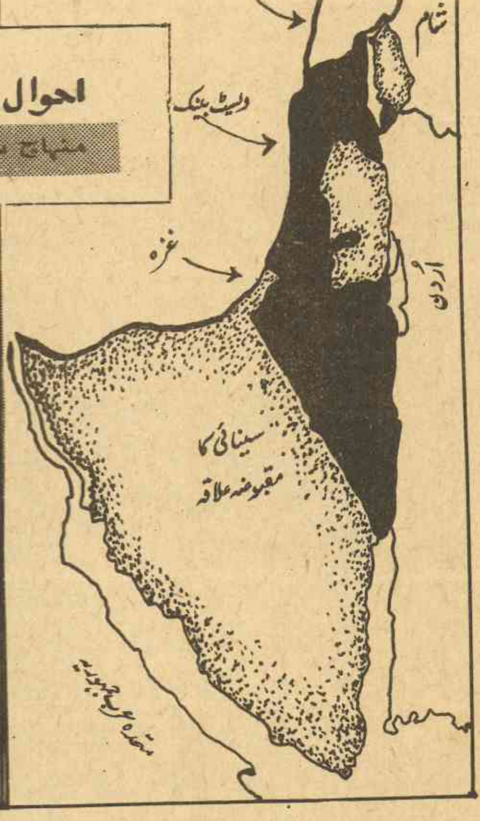
کسان کمیٹیاں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ طلبہ شہروں، قصبوں اور بستیوں میں سامراج اور اسرائیل کی چیرہ دستیوں کے خلاف سراپا احتجاج بن جائیں۔ یہودیوں کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کرائیں۔ یہودی سرمائے کے عمل دخل کے تمام راستے مسدود کر دیئے جائیں اور سامراج اور اُس کے ایجنٹوں پر ثابت کر دیں کہ جنگ کا دائرہ عمل صرف عرب ممالک ہی نہیں بلکہ اسے وسیع کرنے کا اختیار اُن تمام اقوام کو ہے جو سامراج کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

اب دُنیا کی زمین کا چپہ چپہ سامراج اور اُس کے پالتو ایجنٹوں کے لئے ویت نام ثابت ہوگا۔

احوال واقعی

منہاج سبز نا





عرب اسرائیل کے ساتھ امریکی سامراج سے بھی نبرد آزما ہے

امریکی سامراج کا رویہ تو بالکل واضح ہے کہ وہ اپنے اقتصادی اور سیاسی سامراجی مفادات کے پیش نظر اسرائیل کی مسلسل مدد کر رہا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ امریکہ کے اقتصادی، فوجی اور سیاسی نظام پر صیہونیت کے علمبردار امریکی یہود چھائے ہوئے ہیں اور وہ یقینی طور پر آخر دم تک اسرائیل کو ہر طرح کی مدد بہم پہونچاتے رہیں گے اسرائیل کی موجودہ اقتصادی اور فوجی طاقت کا راز ہی امریکی سامراج کی پشت پناہی ہے۔

چنانچہ عرب حکمرانوں اور عوام دونوں کے سامنے یہ حقیقت واضح ہونی چاہیئے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ ساتھ امریکی سامراج سے بھی نبرد آزما ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل اس وقت عرب سرزمین پر ایک بہت بڑے امریکی فوجی اڈہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسرائیل کا ہر نقصان امریکی نقصان کے مترادف ہے۔ امریکہ اس اڈہ کے ذریعے مشرق وسطیٰ پر اپنی گرفت برقرار رکھنے اور آئندہ اسے مستحکم تر کرنے کا منصوبہ رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ امریکہ، اسرائیل کو نیست و نابود نہیں ہونے دیگا۔ بجز اس صورت کے کہ اسرائیل کے تحفظ کی کوشش میں خود امریکہ ہی کے لئے نیست و نابود ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ امریکہ پر اگر بہت دباؤ پڑے اور وہ یہ دیکھے کہ عربوں کی پوزیشن بہت مضبوط ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ اس حد تک سمجھوتہ کر سکتا ہے کہ اسرائیل کو ۱۹۶۷ء کے ہتھیائے ہوئے عرب علاقے خالی کرنے پر مجبور کر دے۔

لیکن یہ صورت انتہائی مجبوری کی صورت ہوگی۔ امریکی سامراج کی سردست کوشش یہی ہے اور آئندہ کچھ عرصہ تک یہی رہے گی کہ فوجی اعتبار سے اسرائیل کا پلڑ بھاری رہے، اور خاکم بدہن ایک مرتبہ پھر عربوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑے تاکہ آئندہ اسرائیل اور امریکی سامراج کی شرائط پر جنگ بندی ہو۔

دوسری طرف سوویت روس کا کردار بھی مشتبہ ہے۔ سلامتی کونسل میں اگرچہ اس نے چین کے ساتھ ساتھ امریکہ کی جانب سے جنگ بندی کی تحریک کی مخالفت کی ہے۔

امریکہ میں ایٹمی اسلحہ کے ذخائر پر پہرہ سخت کر دیا گیا

اسرائیل کی تازہ ترین جارحیت اور عرب اور فلسطینی عوام کی جنگِ آزادی کو گیارہ روز ہو چکے ہیں۔ اور ان گیارہ دنوں میں اسرائیل کے فوجی اعتبار سے ناقابلِ شکست ہونے کے دعوے کی دھجیاں بکھر چکی ہیں۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ مصری فوجیں صحرائے سینائی میں برابر بڑھ رہی ہیں، دوسری طرف شامیوں نے اسرائیل کے بڑے جوابی حملے کو ناکام بنا دیا ہے۔ اُردنی اور سعودی عرب کے دستے شام پہنچ چکے ہیں اور وہ بھی جنگِ آزادی میں شامل ہو چکے ہیں۔

سامراج کی ناجائز تخلیق اسرائیل، کی بدحواسی اور شکست خوردگی کے آثار تین خبروں سے ظاہر ہیں ایک تو یہ کہ امریکہ اسرائیل کے فوجی نقصانات کی تلافی کے لئے بڑے پیمانے پر اسلحہ، گولہ بارود اور فینٹم طیارے اسرائیل بھیج رہا ہے۔ دوسری خبر ٹائم میگزین نے شائع کی جس میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیل نے محسوس کیا کہ اس کے وجود ہی کو خطرہ لاحق ہے تو وہ ایٹمی ہتھیاروں کو استعمال کرے گا۔ ٹائم میگزین کے مطابق اسرائیل کے پاس کلوٹن طاقت کے ایٹم بم موجود ہیں جنھیں طیاروں کے ذریعے نشانوں پر گرایا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں یہ خبر بھی خاصی اہم ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ صدر نکسن نے امریکہ میں ایٹمی اسلحہ کے ذخائر پر پہرہ سخت کر دیا ہے۔ کیونکہ امریکی حکومت کو یہ اطلاع ملی ہے کہ شائد "عرب گوریلے" امریکی ایٹمی ہتھیار سرقہ کرنے کی کوشش کریں۔

مبصرین کے نزدیک اسرائیل کو اس بہانے ایٹمی اسلحہ فراہم کیا جاسکتا ہے اور بعد میں یہ خبر شائع کی جا سکتی ہے کہ کچھ ڈاکو ایٹمی اسلحہ چرا کر لے گئے۔

تیسری خبر جس سے اسرائیل کی کمزور پوزیشن کا ثبوت ملتا ہے وہ خود وزیر اعظم گولڈا میئر کا بیان ہے جس میں اُنہوں نے اعلان کیا کہ اسرائیل مصر و شام کے جنگ بندی کی شرائط پر مذاکرات کے لئے تیار ہے۔

تاہم مشرقِ وسطیٰ کی موجودہ جنگ کے نتائج کے بارے میں کوئی حتمی پیش گوئی قبل از وقت ہے اس کی سب سے بڑی وجہ دو سپر طاقتوں کا رویہ ہے

اور وہ بظاہر عرب عوام کی حمایت اور اسرائیل کی مخالفت کر رہا ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ اپنی قیادت کے ترمیم پسندانہ کردار کی وجہ سے روس عربوں کی حمایت اور اعانت میں ایک خاص حد سے آگے نہیں جا سکتا۔ اس حقیقت کو اب خود عرب حکمران بھی محسوس کرنے لگے ہیں۔ اس ضمن میں سوویت کردار کو جس چیز نے سب سے زیادہ بے نقاب کیا ہے وہ سوویت حکومت کا وہ فیصلہ ہے جس کے تحت اس نے روسی یہودیوں کو نقلِ مکانی کر کے اسرائیل میں آباد ہونے کی اجازت دیدی ہے۔ مصدقہ اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ ایک سال میں تقریباً ساٹھ ہزار روسی یہودی اسرائیل جا چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ موجودہ جنگ شروع ہونے کے بعد بھی جاری ہے۔ ابھی پچھلے دنوں آسٹریا کی حکومت نے عرب فدائین کے مطالبے کے بعد ویانا میں شوناؤ کے ٹرانزٹ کیمپ کو بند کر دیا تھا جہاں روس سے آنے والے یہودی اسرائیل جانے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ اس پر اسرائیل کی وزیر اعظم مسز گولڈا میئر بھاگی بھاگی ویانا پہونچیں اور وہاں آسٹریا کے چانسلر کریسکی سے ملیں اور ان کی منت سماجت کی کہ وہ کسی طرح ٹرانزٹ کیمپ کو کھول دیں، لیکن چانسلر کریسکی نے جو اگرچہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے یہودی ہیں۔ مسز میئر کو مایوس لوٹا دیا۔

اس ضمن میں اس حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیئے کہ سوویت روس ان ممالک میں شامل ہے جنہوں نے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل ریاست کے قیام میں مدد دی ہے وہ اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے اور اس سے اس کے سفارتی، تعلقات بھی استوار ہیں۔ اس لئے امریکہ کی طرح روس بھی اسرائیل کے وجود کے خاتمہ پر کبھی تیار نہ ہوگا۔ سچ تو

اسرائیل کو افرادی طاقت کی فراہمی سے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے

یہ ہے کہ امریکہ کی جانب سے اسلحہ کی ترسیل اور سوویت یونین کی طرف سے اسرائیل کو افرادی طاقت کی فراہمی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ اسرائیل کی آبادی ۱۹۴۸ء میں ۲۵ لاکھ تھی جواب بڑھ کر ۳۲ لاکھ ہو گئی ہے، جبکہ صرف مصر، شام، اردن، لبنان اور عراق کی آبادی پانچ کروڑ اسّی لاکھ ہے، اس میں دوسرے عرب ممالک کی آبادی شامل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اسرائیل کے لئے ہر فرد انتہائی قیمتی ہے اور وہ ہر اس مملکت کا ممنون ہوگا جہاں سے اسے افرادی طاقت فراہم ہو سکے روسی حکومت کی جانب سے روسی یہودیوں کو نقل مکانی کی اجازت اس لئے محل نظر ہے کہ روس عموماً اپنے باشندوں کو دوسرے ملکوں میں نقل مکانی کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے روسی یہودیوں کو اتنے بڑے پیمانے پر اسرائیل منتقل ہونے کی اجازت دینے کا فیصلہ عرب ممالک میں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔

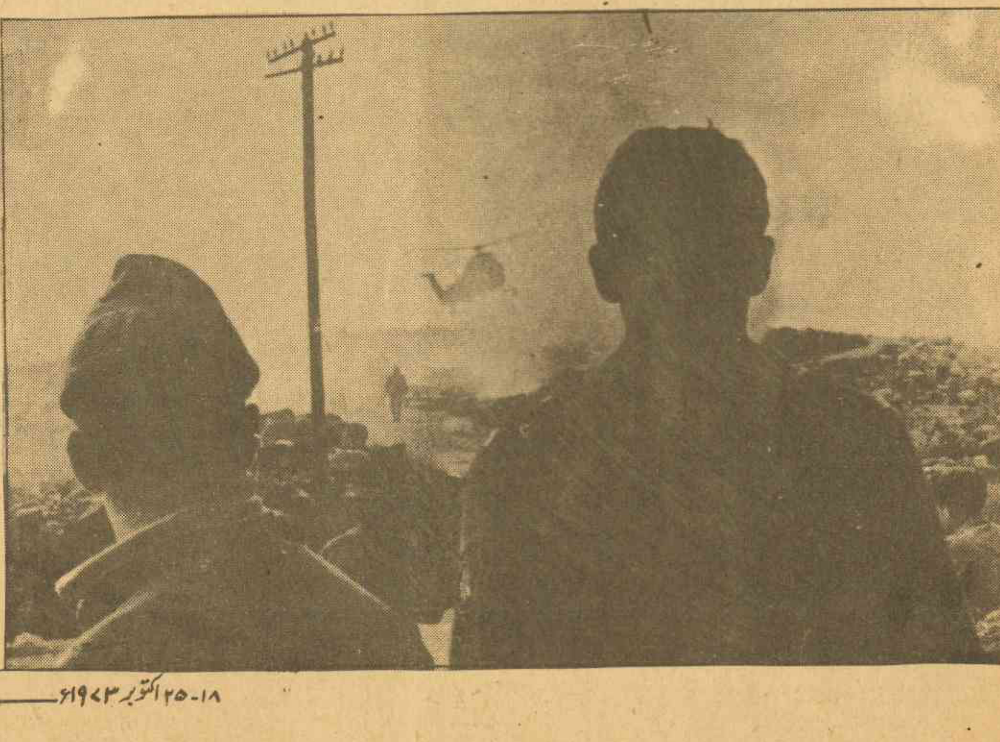
اس ضمن میں یہ خبریں بھی قابل ذکر ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ مشرق وسطیٰ کی موجودہ جنگ کے باوجود روس امریکہ سے امن و مفاہمت DETENTE کی پالیسی برقرار رکھنا چاہتا ہے اور اس معاملہ میں وہ اس قدر محتاط ہے کہ بیانات میں امریکہ کے خلاف سخت زبان کے استعمال سے گریز کر رہا ہے۔

تاہم سوویت رول کے مشتبہ ہونے کے باوجود عرب ممالک اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ وہ سوویت یونین کو اپنا مخالف بنالیں۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اب تک متعدد عرب ممالک بالخصوص مصر، شام اور عراق کی بیشتر فوجی طاقت روسی اسلحہ کی مرہونِ منت ہے خواہ یہ اسلحہ قیمتاً نقد یا قرضہ کی صورت میں کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو۔

جہاں تک عوامی جمہوریہ چین کا تعلق ہے اس کا رویہ حسب معمول سیدھا اور صاف ہے۔ وزیر اعظم چو، این لائی نے مصر و شام اور دوسرے عرب ممالک کے نام اپنے پیغامات میں چینی حکومت اور عوام کی طرف سے عرب اور فلسطینی عوام کو مکمل حمایت اور امداد و تعاون کا یقین دلایا ہے۔ چینی وزیر اعظم کے بیان میں ایک بات خصوصیت سے اہمیت رکھتی ہے کہ انہوں نے جہاں یہ امید ظاہر کی ہے کہ اس جنگ کے نتیجہ میں مصر اور شام اپنے علاقے اسرائیل سے واپس لے لیں گے وہاں انہوں نے فلسطینی عوام کے حقوق کی تکمیل کا بھی ذکر کیا ہے، کیونکہ عرب اسرائیل تنازعہ کی بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ مصر و شام کو اپنے وہ علاقے واپس مل جائیں جنہیں اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں ہتھیا لیا ہے بلکہ فلسطینی عوام کو، اپنے وطن میں واپس جانے اور بسنے کا حق حاصل ہو۔ آج جس علاقے کو اسرائیل کا نام دیا جا رہا ہے وہ تاریخ میں ہمیشہ فلسطین کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے اور اسرائیل کا قیام سامراجی سازش کے نتیجہ میں اس وقت عمل میں آیا جب اس علاقے کے اصل باشندوں کو ان کے اپنے وطن سے باہر نکال دیا گیا۔

موجودہ جنگ جس انداز سے جاری ہے اور جس

باقی صفحہ ۱۰ پر



اسرائیل کے ساتھ ملنے والی سرحدیں پھر بھڑک اٹھیں ہیں

عربؔ عوام کا کاز انصاف پر مبنی ہے : صفحہ ۸ سے آگے

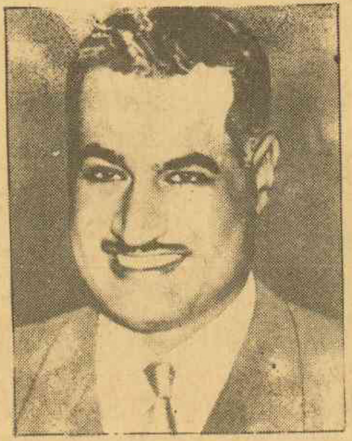
تیزی سے طیاروں، ٹینکوں اور دوسرے بھاری اسلحہ کا ضیاع دونوں جانب سے ہو رہا ہے، اس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ یہ جنگ شاید زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکے۔ سوائے اس صورت کے کہ اسرائیل اور عرب دونوں کو اتنی ہی تیزی سے اسلحہ کی سپلائی ہوتی رہی اور وہ اپنے نقصانات کی تلافی کرتے رہیں۔ جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے تو اس حقیقت کے باوجود کہ اسے امریکہ سے اسلحہ کی سپلائی جاری رہے گی۔ اس کی کوشش یہی ہے کہ وہ کم سے کم عرصہ میں عربوں کا کوئی بڑا علاقہ حاصل کرلے، تاکہ وہ ان پر جنگ بندی کو مسلط کر سکے۔

اس وقت اس کی حکمت عملی یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح شام کے محاذ پر کوئی بڑی فتح حاصل کرلے۔ اس کے نزدیک مصر کو پورے صحرائے سینائی کو فتح کرنے میں وقت لگے گا لہذا پہلے ایک محاذ پر فتح حاصل کی جائے اور اس کے بعد سینائی کے محاذ پر ساری طاقت لگادی جائے اگر شامی محاذ پر اسرائیل کو واضح شکست ہو جائے تو پھر جنگ کی صورت حال قطعی طور پر عربوں کے حق میں ہو جائیگی بعض مبصرین کا خیال ہے کہ اس صورت میں اسرائیل آخر کار ۱۹۶۷ء کی جنگ سے پہلے کی جنگ بندی لائینیں پر واپس جانے کو تیار ہو جائے گا۔ جو سر دست عربوں کا مطمح نظر معلوم ہوتا ہے۔

تیل کا مسئلہ

شاہ فیصل کی یہ دھمکی کہ اگر امریکہ نے اسرائیل کی مدد بند نہ کی تو وہ اسے تیل کی رسد بند کر سکتے ہیں، اب دگنی اہمیت کی حامل ہوگئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا شاہ فیصل واقعی اس پر عمل کریں گے، جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اس نے جوابًا یہ اعلان کیا ہے کہ اگر عربوں نے اس کا تیل بند کیا تو وہ امریکی بینکوں میں موجود عربوں کے تمام سرمایہ کو منجمد کر دیگا۔ ابھی یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ آیا عرب ممالک نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے متبادل انتظامات کر لئے ہیں، جو امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہے۔

ایک بات واضح ہے کہ عرب ممالک کو اسرائیلی جارحیت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنے اور فلسطینی عوام کو ان کے حقوق وطنیت واپس دلانے کے لئے ایک لمبی جنگ کرنا ہوگی۔ یہ جنگ اسرائیل کے ساتھ امریکی سامراج سے بھی کرنا ہوگی کیونکہ اس وقت اسرائیل اور امریکی سامراج ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اگر ویت نام کے عوام امریکی سامراج کو شکست دے سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عرب عوام بھی اسے شکست نہ دے سکیں، اتحاد، جذبہ، ایثار اور ایک طویل عوامی جنگ کے لئے پختہ عزم کے ساتھ بڑے سے بڑے دشمن کو شکست دی جا سکتی ہے کیونکہ عرب عوام کا کاز انصاف پر مبنی ہے اور اسرائیل اور امریکی سامراج ظلم، جارحیت اور استحصال کی علامت ہیں اس لئے تاریخ میں شکست اور تباہی ان کا مقدر ہے۔



ناصر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا

دنیائے عرب کے عظیم رہنما جمال عبدالناصر نے اپنی تمام عمر عربوں کو متحد کرنے میں صرف کر دی، انہیں اس بات کا احساس تھا کہ یہ کٹھن کام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خواب اُنکی زندگی میں شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "ہمارا کام تو صرف اتنا ہے کہ راستے کے نشانات واضح کر دیں۔ اور بھٹکتے ہوؤں کو از سرِ نو سمیٹ کر راستے پر لگا دیں۔ تاکہ ان کا سفر پھر شروع ہو جائے۔ ہماری مہم تو صرف اتنی ہے کہ جو لوگ سراب کے پیچھے بھاگتے پھر رہے ہیں، ان کو جا پکڑیں اور سمجھا دیں کہ تم سراسر فریب میں مبتلا ہو۔" آج دنیائے عرب متحد ہو کر اسرائیل کیخلاف مسلح جدوجہد کر رہی ہے۔ اور ناصر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔

جدوجہد — آخری فتح تک



صدر انور السادات

مقبوضہ علاقے خالی

کرائے جائیں۔ انور السادات

مصر کے صدر اور مسلح افواج کے سپریم کمانڈر جناب انور السادات مشرقِ وسطٰی کے مردِ آہن جمال ناصر کی وفات کے بعد برسرِ اقتدار آئے۔ وہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیل کے ہاتھوں شکست کا داغ مٹانے اور مصر کی عسکری طاقت میں اضافہ کرنے کے لئے دن رات کوشاں رہے۔ بالآخر صحرائے سینائی کی موجودہ جنگ کے دوران مصری افواج کی جانبازی اور سرفروشی نے ثابت کر دیا کہ ان کی قیادت میں مصر کی قوم نے زندہ رہنے اور دشمن کو اپنے علاقے سے مار بھگانے کا تہیہ کر لیا ہے۔

جب تک ہمارا علاقہ واپس نہیں ملتا

جنگ جاری رہے گی۔ حافظ الاسد

جون ۶۷ء کے دوران اسرائیل نے جارحیت کر کے شام کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا جس میں فوجی نقطہ نظر سے جولان کی پہاڑیاں اہم ہیں۔ موجودہ جنگ کے دوران شامی فوجوں نے جولان کی پہاڑیوں میں پیش قدمی کر کے بعض اہم چوکیاں حاصل کر لیں۔ اسرائیل شام کی عسکری تنظیم اور قوت سے خوفزدہ ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی تمام طاقت شام کے محاذ پر جھونک دی ہے۔ لیکن شام کا حوصلہ بلند ہے، مسلح افواج کے ساتھ پوری قوم اسرائیلیوں سے نبرد آزما ہے۔ حافظ الاسد نے اعلان کر دیا ہے کہ جب تک شام اپنے علاقے واپس نہیں لے لے گا اس وقت تک جنگ جاری رہے گی۔



صدر حافظ الاسد

عراق نے جولان کے محاذ

اپنی فوج بھیج دی!

عراق کے سربراہِ مملکت جناب حسن البکر نے جنگ کا آغاز ہوتے ہی مصر اور شام کو نہ صرف اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا بلکہ عراقی طیاروں نے دشمن کے ٹھکانوں پر بے جگری سے حملے شروع کر دیئے۔ علاوہ ازیں عراق کے فوجی دستے بھی جنگ میں شامل ہو چکے ہیں۔ اس طرح حسن البکر نے اس جنگ میں مصریوں اور شامیوں کو عملی مدد کر کے اپنے برادرانہ اور نظریاتی رشتوں کو مضبوط و مستحکم بنا دیا۔



امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کر دی جائے گی، شاہ فیصل

تازہ ترین اطلاع کے مطابق سعودی عرب کے فوجی دستے بھی شام کے محاذ پر جنگ میں شامل ہو گئے۔ شاہ فیصل نے فوج کی کمان خود سنبھال لی ہے۔

سعودی عرب کے تقریباً چار ہزار فوجی اردن کے محاذ پر تیار کھڑے ہیں۔ اگر اس محاذ پر جنگ کے شعلے بھڑکے تو یہ دستے اردن کی سرحدوں کے تحفظ کا فرض پورا کریں گے۔ علاوہ ازیں سعودی عرب کے سربراہ شاہ فیصل نے امریکہ پر واضح کر دیا ہے کہ اگر امریکہ نے اسرائیل کی مدد کی تو سعودی عرب خاموش نہیں بیٹھے گا، بلکہ وہ امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کر دے گا، جس سے امریکہ کی ساری صنعتی سرگرمیاں ٹھپ ہو سکتی ہیں۔ شاہ فیصل نے عرب کاز کی پر زور حمائت بھی کی ہے۔



صدر بومدین



شاہ حسن



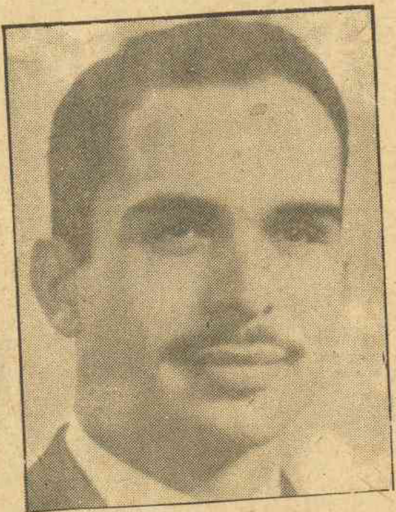
کرنل قذافی

ہم مصر اور شام کو نہیں چھوڑ سکتے، قذافی

لیبیا کے سربراہِ مملکت کرنل قذافی نے گو شام اور مصر کی موجودہ جنگی حکمت عملی سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن انہوں نے دشمنوں پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ لیبیا مصر اور شام کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ آخری دم تک ساتھ دے گا۔ انہوں نے شام اور مصر کو پیشکش کی ہے کہ لیبیا انکی ہر ضرورت پوری کرے گا۔ کرنل قذافی نے اردن کے شاہ حسین پر بھی زور دیا ہے کہ وہ منہ نہ دیکھیں بلکہ مصری اور شامی بھائیوں کے ساتھ جنگ میں بھرپور حصہ لیں۔

مراکش بھی جنگ میں شامل ہو گیا

مراکش کے سربراہ شاہ حسن دوم نے جنگ شروع ہوتے ہی اپنے فوجی دستوں کو محاذ پر روانہ کر دیا۔ اور اس وقت مراکشی دستے شام کے محاذ پر شامیوں کے شانہ بشانہ



شاہ حسین

عرب ممالک اور اسرائیل کی فوجی طاقت

	مصر	شام	عراق	لیبیا	لبنان	اردن	اسرائیل
فوجی	۲۹۸,۰۰۰	۱۳۲,۰۰۰	۱۰۱,۸۰۰	۲۵,۰۰۰	۱۵,۰۰۰	۷۲,۸۵۰	۳۰۰,۰۰۰
ٹینک	۱۹,۵۵	۱,۲۷۰	۱,۰۶۵	۲۲۱	۱۲۰	۴۲۰	۱,۷۰۰
بکتربند گاڑیاں	۲,۵۵۵	۴۷۵	۲۷۰	۱۷۴		۵۸۰	۸۶۷
آرٹلری	۳,۸۰۰	۲,۱۰۰	۱,۰۰۰	۱,۰۰۰		۱,۶۰۰	۳,۵۰۰
طیارے	۷۶۸	۳۲۶	۲۲۴	۴۴	۱۸	۵۲	۴۸۸
بحری جنگی جہاز	۱۰۸	۲۵	۳۰	۱۶	۶	۱۱	۴۱
ہوائی تحفظ کا اسلحہ	۱۰۰ سام	۸ سام بیٹریز	انٹی ایئر کرافٹ بیٹریز	انٹی ایئر کرافٹ بیٹریز	انٹی ایئر کرافٹ بیٹریز	انٹی ایئر کرافٹ بیٹریز	۸ سام بیٹریز

جنگ میں مصروف ہیں۔ ہر ایک کا یہ اقدام قوم پرست عربوں کے وسیع تر اتحاد کی ایک روشن مثال ہے۔

اسرائیل کو تباہ کر دو، بومدین

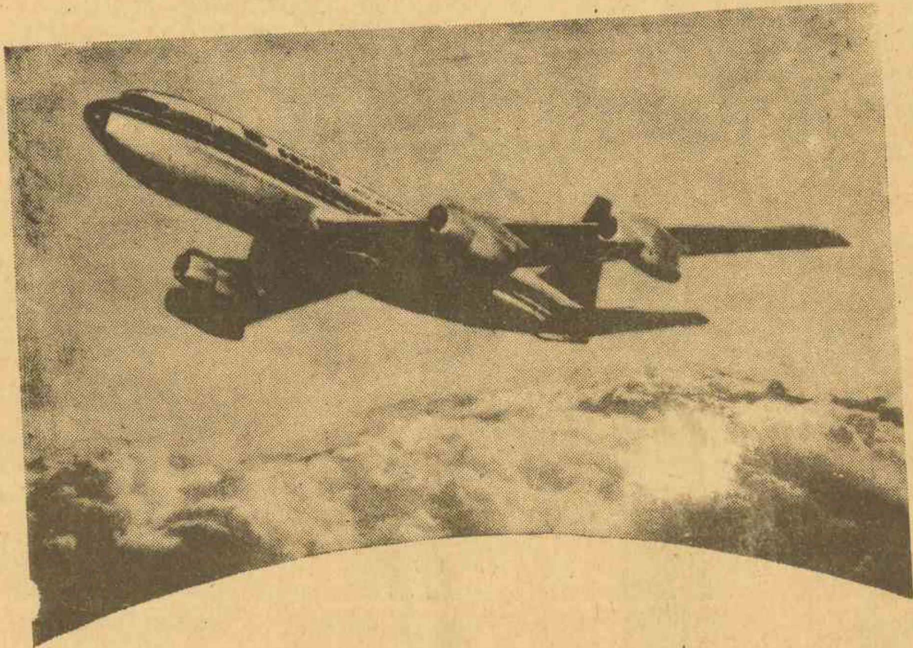
الجزائر کے صدر بومیدین نے شام اور مصر پر اسرائیل کے بزدلانہ حملے کی مذمت ہی نہیں کی بلکہ اسرائیلی توسیع پسندوں سے لڑنے کے لئے محاذ پر فوجی دستے بھی روانہ کر دیئے۔ اس وقت جولان اور صحرائے سینائی میں شامیوں اور مصریوں کے شانہ بشانہ الجزائر کے فوجی بھی مصروفِ پیکار ہیں۔ صدر بومیدین نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ الجزائر کے عوام اسرائیل کیخلاف ہر محاذ پر اپنے مصری اور شامی بھائیوں کے ساتھ لڑینگے۔

شاہ حسین نے اپنی فوج کی کمان سنبھال لی

مشرقِ وسطیٰ میں جنگ کی تازہ ترین صورت حال کے مطابق اردن کے شاہ حسین نے اپنی تربیت یافتہ مسلح افواج کا دستہ شام کے محاذ پر روانہ کر دیا۔ اس طرح اردن عرب اسرائیل جنگ میں براہِ راست شامل ہو گئے۔



سوڈان کے سربراہ جعفرالنمیری نے شام اور مصر کو پیغام بھیجا ہے کہ سوڈان کے تمام وسائل حاضر ہیں۔ سوڈان کے فوجی دستے تیار کھڑے ہیں۔ اور حکم ملتے ہی وہ جنگ کی آگ میں خلیل اللہ کے جوش و جذبے کے ساتھ کود پڑنے کے لئے تیار رہیں۔ تازہ ترین خبروں کے مطابق سوڈان کے فوجی دستے محاذ کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ حالیہ جنگ میں سوڈان کے صدر جعفر النمیری کی خدمات کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ●



مسئلۂ فلسطین اور تیل

مسئلہ فلسطین، مشرق وسطیٰ اور خلیج فارس کی سیاست کا دوسرا نام "تیل کی سیاست" ہے عربوں کے سینے پر اسرائیل کا خنجر اس لئے اتر گیا کہ اس علاقے کے تیل پر مغرب کی اجارہ داری ہے امریکہ اور یورپ کو تیل سے پیار ہے۔ مندرجہ ذیل گوشواروں میں آزاد دنیا، مشرق وسطیٰ اور خلیج فارس میں تیل کی پیداوار، ضرورت اور تیل کی امریکی کمپنیوں کا منافع بتایا گیا ہے۔ (ادارہ)

گوشوارہ ۱ — آزاد دنیا میں تیل کی طلب و رسد (۱۰ لاکھ بیرل یومیہ)

علاقہ	۱۹۷۰ء صرف	۱۹۷۰ء پیداوار	۱۹۷۰ء فرق	۱۹۸۰ء صرف	۱۹۸۰ء پیداوار	۱۹۸۰ء فرق
امریکہ	۱۵-	۱۲	۳-	۲۶-۲۴	۱۲-	۱۴-۱۲-
مغربی یورپ	۱۲	۵	۷-	۳۰-۲۴	۸-۵	۲۵-۱۶-
جاپان	۴	-	۴-	۱۵-۱۲	-	۱۵-۱۲-
سب ٹوٹل	۳۱	۱۷	۱۴-	۷۱-۶۰	۲۰-۱۷	۵۴-۴۰-
دوسرے	۹	۲۳	۱۴	۲۵-۲۰	۷۶-۶۳	۵۶-۳۸
مسلم دنیا		۱۶			۶۱-۵۳	

ذرائع: دی اکانومسٹ، مئی ۱۹۷۳ء

گوشوارہ ۲ — خلیج فارس کے تیل پیدا کرنے والے ممالک

ممالک کے نام	بیرونی آئیل کے ذخائر (۱۰ لاکھ بیرل)	آئیل شپمنٹ (۱۰ لاکھ بیرل یومیہ) حال	آئیل شپمنٹ ۱۹۸۰ء	تیل کے ذخائر (ڈالر ـ ارب میں) حال	تیل کے ذخائر ۱۹۸۰ء	مالی ذخائر (ڈالر ـ ارب میں) حال	مالی ذخائر ۱۹۸۰ء
سعودی عرب	۱۴۵	۷٫۲۰	۱۵-۱۲	۴٫۷	۲۰-۱۵	۵	۶۵-۵۰
کویت	۶۶	۳٫۴۰	۵-۳	۱٫۹	۶۴-۳۶۱	۳٫۶۵	۱۰-۷
ایران	۵۵٫۶۵	۶٫۱۰	۱۰-۸	*۲٫۱	—	*٫۹	—
عراق	۳۶	۱٫۶۰	۴-۳	۱٫۰۰	—	*۰٫۸	—
ابوظہبی	۱۸٫۹	۱٫۴۰	۵-۳	۰٫۸	۴۶-۳۶۱	۰٫۳	۸-۵
قطر	۶	۰٫۶۱	۱٫۸	۰٫۴	۲۶۹-۱٫۹	۰٫۵	۲۶۵-۲
اومان	—	۰٫۲۸	۰٫۵			*۰٫۶	
دوبئی	—	۰٫۲۱				—	
بحرین	—	۰٫۰۷					

* ۱۹۷۲ء کے اعداد و شمار

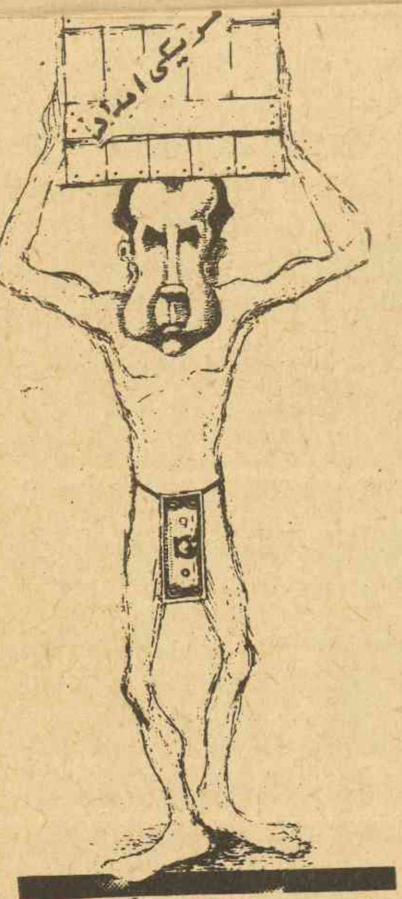
گوشوارہ ۳ — عرب ممالک

نام ممالک	روزانہ پیداوار (بیرل)	محفوظ پیداوار (بیرل)
الجزائر	۷۴۵,۰۰۰	۷۲۵۰,۰۰۰,۰۰۰
لیبیا	۱,۵۰۰,۰۰۰	۳۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰
مصر	۱۲۰,۰۰۰	۹۴۴,۰۰۰,۰۰۰

گوشوارہ ۴ — امریکہ کی بڑی تیل کمپنیوں کا منافع
۱۹۷۳ء کی پہلی تہائی میں (ٹیکسوں کی ادائیگی کے بعد)

کمپنی	منافع (۱۰ لاکھ ڈالر میں)	۱۹۷۲ء کی پہلی تہائی میں منافع میں فی صد اضافہ
امریڈاہس	۳۶٫۷	۲۵
آشلینڈ آئیل	۱۵٫۹	۴۱
اٹلانٹک رشفیلڈ	۵۰٫۳	۵۲
سیٹنز سروس	۳۴٫۴	۱۷
کینٹینٹل آئیل	۴۷٫۵	۱۲
الیسو	۵۰۸	۴۳
گیٹی آئیل	۲۷	۲۱
گلف آئیل	۱۶۵	۱۹
مارتھین آئیل	۲۴٫۳	۵۰
موبل آئیل	۱۵۵٫۸	۱۰
اکیڈنٹل پٹرولیم	۹٫۶	۷۰
پنزآئیل	۱۹٫۶	۲۴
فلپائن پٹرولیم	۴۳٫۴	۲۲
شل آئیل	۸۰٫۳	۴۹
اسٹینڈرڈ آئیل	۱۲۱٫۱	۱۲
اسٹینڈرڈ (کیلیفورنیا)	۱۵۲٫۸	۲۴
اسٹینڈرڈ (اوہومیو)	۱۷٫۵	۴۸
سن آئیل	۳۵٫۰	۴۰
ٹیکساکو	۲۶۴٫۰	۱۵
یونین آئیل آف کیلیفورنیا	۳۸٫۳	۲۸

اسرائیل کو امریکی مالی اور فوجی امداد



امریکہ اسرائیل کو، ۲ ارب ڈالر کی مالی امداد دے چکا ہے

امریکی دفتر خارجہ اور ذرائع ابلاغ عامہ پر یہود نوازوں کا قبضہ

۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو اسرائیلی وزیر خزانہ پنہاس ساپیر نے ریڈیو پر انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ اسرائیل کو مشرق وسطیٰ کی موجودہ جنگ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ۸۰ کروڑ اسٹرلنگ پونڈ کی ضرورت ہو گی. ان اخراجات میں فوجی ساز و سامان کا نقصان بھی شامل ہے. وزیر خزانہ نے بتایا کہ اقتصادی امور کی وزارتی کمیٹی نے دس کروڑ پونڈ کا فنڈ جمع کرنے کے لئے تمام محصول ادا کرنے والوں سے لازمی طور پر قرضہ وصول کرنے اور اس سال کے ترقیاتی بجٹ کے فنڈس کو دفاعی بجٹ میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے. لیکن فرانس کی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق، ۱ اکتوبر تک اسرائیل کو تقریباً ۹۵ کروڑ، ۲۰ لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا. امریکی مبصرین کا خیال ہے کہ اسرائیل اپنے جنگی نقصان اور اخراجات کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے. تاکہ امریکہ سے زیادہ سے زیادہ، امداد بٹوری جا سکے. کیونکہ امریکی، اسرائیلی فوجی معاہدے کے تحت ضائع شدہ ہتھیاروں کی تبدیلی کی گنجائش بھی موجود ہے.

امریکی کانگریس کے ارکان بھی اسرائیل کو فوجی امداد، دینے کے لئے امریکی حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں. ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو سینیٹر کینیڈی اور کانگریس کے بعض ممتاز رہنماؤں نے صدر نکسن سے مطالبہ کیا کہ اسرائیل کو مزید طیارے اور اسلحہ دیا جائے. سینیٹر کینیڈی نے کہا "امریکہ بہت پہلے سے اسرائیل کو یقین دھانی کرا چکا ہے کہ وہ اس کے دفاع کی خاطر تمام ضروری اسلحہ اسے فراہم کرے گا. ہم آج بھی اس وعدہ پر قائم ہیں. اور آئندہ بھی اس پر قائم رہیں گے. جب تک تمام اقوام اسرائیل کے وجود اور آزادی کو تسلیم نہ کر لیں". امریکی ایوان نمائندگان کے ۲۷ ارکان نے ایک مشترکہ قرارداد میں صدر نکسن سے کہا کہ "وہ اسرائیل کو اسلحہ کی فراہمی کا کام تیز کر دیں."

اگر امریکی کانگریس، اپنی حکومت سے اسرائیل کو فوجی اور مالی امداد دینے کا مطالبہ نہ کرتے، تب بھی وہائٹ ہاؤس اسرائیل کو امداد دیتا، امریکی یہودیوں کے ووٹوں سے برسر اقتدار آنے والے صدر نکسن اور امریکہ کے نامزد وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کیسنگر، جس طرح کے بیانات دے رہے ہیں. اُن سے اسرائیل نوازی روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے. ویسے بھی امریکہ کا مفاد اسی میں ہے کہ اسرائیل کا وجود نہ صرف قائم رہے بلکہ اس کی حدود میں اضافہ ہو اور وہ ایک طاقتور ملک کی حیثیت سے اُبھرے.

قیام اِسرائیل کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ صدر ٹرومین نے ایک بیان میں کہا تھا" ہم نے حلف اٹھایا ہے کہ اسرائیل کی ریاست کافی وسیع ہو گی. خود مختار ہو گی اور اتنی طاقتور ہو گی کہ اپنے باشندوں کو خود کفیل اور محفوظ رکھ سکے گی." امریکی حکومت آج بھی ٹرومین کے حلف پر قائم ہے. وہ بڑھ چڑھ کر دفاع، اقتصادی اور جاسوسی کے میدان میں



صیہونی ریاست کو مزید وسعت دینے کا سامراجی منصوبہ

اسرائیل کو ہر ممکنہ مدد دے رہی ہے۔ دونوں ملکوں کے باشندے دوہری شہریت بھی رکھ سکتے ہیں۔ سفارتی میدان میں ان کا تعاون کسی تعارف کا محتاج نہیں، غالباً برطانیہ کو چھوڑ کر انکل سام کے کسی بھی دوسرے ملک سے اس قدر گہرے تعلقات نہیں ہیں۔

امریکی صحافت یا ابلاغ کے دیگر ذرائع سے اسرائیل کے کسی بھی فعل پر نکتہ چینی اور تنقید کرنا ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں "نیویارک ٹائمز" کا جیمز ریسٹن لکھتا ہے "آپ ایک مسلمہ اصول کے طور پر یہ یاد رکھئے کہ اسرائیل کی سیاست اور حکمتِ عملی پر آپ کی معمولی تنقید پر بھی یہود دشمنی کا الزام لگ جائے گا۔" دوسری طرف۔ امریکی صحافت کا عالم یہ ہے کہ وہ اسرائیل کی مدح میں قصیدوں کے انبار لگاتی رہتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "اسرائیل چھوٹی سی جمہوری سلطنت ہے۔ بڑی باہمت ہے۔ خونخوار اشتراکیوں کے حلیف وحشی عربوں کے درمیان گھری ہوئی ہے"۔ اس پروپیگنڈہ نے امریکی عوام کو گمراہ کن حد تک متاثر کر دیا ہے۔ گرجوں میں بھی اسرائیل کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں پادری بلی گراہم کی عنایت سے امریکہ کے بارہ ہزار گرجوں میں اسرائیل کے بارے میں ایک رنگین فلم دکھائی گئی جس میں اسرائیلیوں کو مظلوم لیکن باہمت دکھایا گیا۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۸ء تک کی ۲۰ سالہ مدت میں انکل سام نے اسرائیل کو ۱۱ ارب ڈالر کی امداد دی۔ جب کہ امریکی یہودیوں نے اور ان کے حواریوں نے ۲۵ ارب ڈالر اسرائیل بھیجے۔ بالفاظِ دیگر ۳۰ سال کی مدت میں اسرائیل کو امریکہ کی جانب سے ۳۶ ارب ڈالر دیئے گئے۔ اسرائیل کی آبادی ۲۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے کہ اسرائیل کے ہر فرد کو امریکہ کی طرف سے ۱۴۰۰ ڈالر کی امداد ملی۔ مالی امداد کا سلسلہ یہاں ہی ختم نہیں ہوتا، بلکہ ۱۹۷۰ء میں ۸۰ کروڑ اور ۱۹۷۱ء میں ایک ارب، اور ۵۰ کروڑ ڈالر دیئے گئے۔

۱۹۶۷ء تک امریکہ، جرمنی اور فرانس کی وساطت سے اسرائیل کو اسلحہ دیتا تھا تاکہ مشرقِ وسطیٰ کے عرب رجعت پسند حکومتوں پر اس کا اثر و نفوذ برقرار رہے۔ لیکن جب جرمن تاوان کی ادائیگی کا سلسلہ بند ہو گیا اور فرانس نے صدر ڈیگال کے عہد میں آزاد خارجہ پالیسی اپنائی۔ تو امریکہ اعلانیہ اسرائیل کو فوجی امداد دینے لگا۔ اسرائیل کو انتہائی تباہ کن ہتھیار دیئے گئے۔ جن میں طیارے، میزائل الیکٹرونک آلات اور فنٹم طیارے شامل ہیں۔

جون ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران امریکہ کے ایوان نمائندگان نے صدر امریکہ کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ جتنی بھی رقم کا اسلحہ چاہیں۔ اسرائیل کو دے دیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر میک کورمک نے کہا تھا۔ "۴۲ سال سے میں اس ایوان کا رکن ہوں۔ لیکن میں نے ایسی بات اس سے قبل نہیں سنی تھی" برطانیہ کو جنگِ عظیم کے سخت ترین مرحلے کے دوران امریکہ سے کبھی ایسا کھلا چیک نہیں ملا تھا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء میں امریکی سینٹ میں ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں کہا گیا کہ کانگریس کی منظوری کے بغیر صدر امریکہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ امریکی فوج اسرائیل بھیج سکے۔ اس قرارداد کی مخالفت ایسے ارکان نے بھی کی، جنھوں نے کمبوڈیا کے لئے اسی قسم کی

وہائٹ ہاؤس

اسرائیل کو ایٹمی طاقت بنانا چاہتا ہے

قرارداد کی حمایت کی تھی۔

ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں امریکی حکومت نے دنیا کے ایک سو سے زیادہ ممالک پر مسلسل دباؤ ڈالا تھا۔ کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ میں شریک نہ ہوں، مگر اسرائیل کو اس بارے میں مستثنیٰ رکھا گیا۔ اس کے برعکس امریکہ نے اسرائیل کو ایٹمی طاقت بنانے میں بھرپور مدد دی کیلی فورنیا کی رینڈ کارپوریشن نے وہائٹ ہاؤس کے ایما پر اسرائیل کو ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں انتہائی اہم فنی معلومات فراہم کیں۔ اور انہیں استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا۔ جُو دیش پریس دسمبر ۱۹۷۰ء میں اسرائیل کی ایٹمی صلاحیت کے بارے میں لکھتا ہے۔ "چھ روزہ جنگ سے قبل ماہرین یہ کہتے تھے کہ بھارت جوہری ٹولی کا پہلا رکن ہوگا لیکن اب انکا خیال ہے کہ پہلا رکن اسرائیل ہوگا" دراصل اب یہ خیال، حقیقت بن چکا ہے۔ دیمولہ اور نہال سوریک کے ایٹمی ری ایکٹر ہر سال اتنا پلاٹینیم بنا لیتے ہیں جو ۲۵ کیلوٹن کے دس گولے بنانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اسرائیلی فوج کے شعبہ جاسوسی کے سربراہ جنرل ہراکبی کا مقالہ "ایٹمی جنگ اور ایٹمی امن"، جو ۱۹۷۱ء کے وسط میں شائع ہوا مشرقِ وسطیٰ میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال پر مستند مانا جاتا ہے۔

جون ۱۹۶۷ء کی جنگ سے کئی ماہ قبل امریکی محکمہ جاسوسی سی آئی اے نے اسرائیل کو عربوں کے ہوائی اڈوں اور فوجی رازوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ ۱۲ فروری ۱۹۷۰ء کے وال اسٹریٹ جرنل نے امریکی اور اسرائیلی جاسوسی تعاون کی تفصیلات شائع کی تھیں۔ امریکی بحریہ کے جہاز لبرٹی پر اسرائیل کی فضائی اور بحریہ نے جون ۱۹۶۷ء میں حملہ کیا تھا جس میں ۳۴ امریکی ہلاک اور ۱۷۱ زخمی ہوئے تھے۔ اس واقعہ پر امریکی حکومت کا ردِعمل برائے نام تھا۔ اگر ایسی غلطی برطانیہ یا فرانس سے ہو جاتی تو طوفان برپا ہو جاتا۔ اور اگر "مجرم" مصر ہوتا تو قیامت برپا کر دی جاتی۔

اسرائیلی باشندے، اسرائیل اور امریکہ کی دوہری شہریت رکھنے کے بھی مجاز ہیں۔ امریکی باشندہ اگر اسرائیل کے علاوہ دوسری شہریت اختیار کرے تو اس کی امریکی

باقی صفحہ ۴۲ پر



فیض احمد فیض

پھر برق فروزاں ہے سرِ وادیٔ سینا

۱

پھر برق فروزاں ہے سرِ وادیٔ سینا
پھر رنگ پہ ہے شعلۂ رخسارِ حقیقت
پیغامِ اجل دعوتِ دیدارِ حقیقت
اے دیدۂ بینا
اب وقت ہے دیدار کا دم ہے کہ نہیں ہے؟
اب دشمنِ جاں چارہ گرِ کلفتِ غم ہے
گلزارِ ارم پرتوِ صحرائے عدم ہے
پندارِ جنوں
حوصلۂ راہِ عدم ہے کہ نہیں؟

۲

پھر برق فروزاں ہے سرِ وادیٔ سینا
اے دیدۂ بینا
پھر دل کو مصفّا کرو، اس لوح پہ شاید
مابینِ من و تو نیا پیماں کوئی اُترے
اب رسمِ ستم حکمتِ خاصانِ زمیں ہے
تائیدِ ستم مصلحتِ مفتیٔ دیں ہے
اب صدیوں کے اقرارِ اطاعت کو بدلنے
لازم ہے کہ انکار کا فرماں کوئی اترے

۳

سنو کہ شاید یہ نورِ صیقل
ہے اس صحیفے کا حرفِ اوّل
جو ہر کس و ناکس زمیں پر
دلِ گدایانِ اجمعیں پر
اتر رہا ہے فلک سے اب کے
سنو، کہ اس حرفِ لم یزل کے
ہمیں تمہیں بندگانِ بے کس
علیم بھی ہیں، خبیر بھی ہیں
سنو کہ ہم بے زباں و بے بس
بشیر بھی ہیں، نذیر بھی ہیں
ہر اِک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فردِ عمل سنبھالے
اُٹھے گا جب جمِّ سرفروشاں
پڑیں گے دار و رسن کے لالے
کوئی نہ ہوگا کہ جو بچالے
جزا سزا سب یہیں پہ ہوگی
یہیں عذاب و ثواب ہوگا
یہیں سے اُٹھے گا شورِ محشر
یہیں پہ روزِ حساب ہوگا



یاسر عرفات

"ہم طاقت کا جواب طاقت سے دیں گے"

ان کا مقام کسی بھی عرب سربراہ سے کم نہیں

یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو "الفتح" نے اسرائیل کے خلاف جب پہلی چھاپہ مار لڑائی شروع کی تھی۔ تو یہ تنظیم چند سو جانبازوں پر مشتمل تھی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۶۸ء کے معرکہ الکرامہ کی کامیابی نے فلسطینی عوام کے دلوں پر گہرے نقوش چھوڑے۔ وہ جوق درجوق اس تنظیم میں شامل ہونے لگے۔ آج "الفتح" کے فدائین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ دنیا اس تحریک کے روح رواں کو یاسر عرفات کے نام سے یاد کرتی ہے۔

یاسر عرفات کا اصلی نام ابو عامر ہے۔ وہ ۱۹۲۹ء میں یروشلم میں پیدا ہوئے۔ ۱۹ سال کی عمر میں انہوں نے اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ مل کر اسرائیل کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیا۔ ۱۹۴۸ء میں وہ مصر پہنچے اور قاہرہ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے۔ وہاں وہ ۵ سال تک فلسطینی اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر رہے۔

۱۹۵۶ء کی جنگ میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔ جنگ کے بعد انہوں نے کچھ عرصے کویت میں قیام کیا اور اس مدت میں انہوں نے عربوں، خاص طور پر فلسطینی عوام سے رابطہ قائم کیا۔

یاسر عرفات ایک انتھک مجاہد اور خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ وہ جہاں بھی رہے انہوں نے اپنی سحر انگیز شخصیت سے لوگوں کے دل جیت لئے۔ ان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے انہیں "الفتح" کا سربراہ منتخب کیا گیا اور بعد میں انہیں فلسطینی محاذ آزادی کی مجلس عاملہ کا صدر بنا دیا گیا۔ یاسر عرفات سے پہلے الفتح کا صدر کوئی گمنام شخصیت ہوتا تھا۔ ابو عامر جن دنوں غیر ملکی دورے پر تھے تو مرکزی کمیٹی نے انہیں یاسر عرفات کے نام سے الفتح کا سرکاری ترجمان تسلیم کر لیا۔ اور انہیں غیر ملکی سربراہوں سے بات چیت کرنے کا پورا پورا اختیار دیدیا۔ ان کی رہنمائی میں فدائیوں نے بہت مختصر مدت میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کیں۔ یہ انہی کی دانشمندانہ اور جرأت مندانہ قیادت کا نتیجہ ہے کہ اسرائیل کو امریکی امداد کے باوجود پے درپے شکستیں اٹھانی پڑی ہیں۔

یاسر عرفات کا مرتبہ کسی عرب ریاست کے سربراہ سے کم نہیں، وہ عرب سربراہوں کی کانفرنس میں پورے اعزاز کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ وہ روس کے علاوہ شمالی ویت نام اور چین کا بھی دورہ کر چکے ہیں۔ ہر جگہ ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

یاسر عرفات، اسرائیلی ریاست اور سامراج کے کٹر دشمن ہیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ فلسطین میں یہودی باشندے بھی اگر آباد ہونا چاہیں تو آباد ہو سکتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہمارے وطن فلسطین میں یہودیوں کو فلسطینی عوام کی طرح زندگی گزارنے کا حق ہے۔ یاسر عرفات کی "فلسطینی ریاست" ایک جمہوری ریاست ہو گی۔ جس میں تمام مذاہب کے ماننے والے بھائیوں کی طرح صلح و آشتی سے زندگی بسر کریں گے۔

"الفتح" کے قائد کو یقین ہے کہ فلسطین کی آزادی کا واحد راستہ مسلح جدوجہد ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سیاسی گفت و شنید کے ذریعے اب تک عربوں کو کیا حاصل ہوا؟ جو آئندہ کچھ ملنے کی توقع کی جا سکے۔ اس لئے وہ سیاسی بات چیت کے ذریعے کو قطعی طور پر مسترد کر چکے ہیں۔

اسرائیل کو ہر جگہ ہر مقام پر نقصان پہنچاؤ جارج حبش

وہ اچانک اپنے کلینک سے غائب ہو گئے



۴۷ سالہ ڈاکٹر جارج حبش پاپولر لبریشن فرنٹ کے سربراہ ہیں۔ اس تنظیم میں تقریباً سات ہزار فدائین ہیں۔ جو اسرائیل اور اس کے دوستوں کو ہر جگہ اور ہر مقام پر نقصان پہنچانے کے حامی ہیں۔ یہ تنظیم اسرائیل اور اس کے سامراجی دوستوں کے ہوائی جہازوں کو تباہ اور اغوا کرنے کے سبب بہت مشہور ہے۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں اس نے ۵ کروڑ ڈالر کی مالیت کے

چارطیارے اغوا کرکے آزادیٔ فلسطین کی تحریک پر ساری دنیا کی توجہ مبذول کرادی تھی۔ مشہور مجاہدہ لیلیٰ خالد کا تعلق بھی اسی تنظیم سے ہے۔

جارج حبش، غلّہ کے ایک عرب مسیحی تاجر کے بیٹے ہیں انہوں نے بیروت کی امریکن یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ حبش کے ایک کلاس فیلو کے مطابق "حبش طالب علمی کے زمانے میں نہایت سنجیدہ اور محنتی تھا اور اتنا غریب تھا کہ اس کے جسم پر ہمیشہ ایک ہی قسم کا خاکی پتلون نظر آتا تھا۔

تقریباً سات سال قبل ڈاکٹر حبش عمان میں ایک پرائیویٹ کلینک چلاتے تھے، وہ بسا اوقات اپنے مریضوں سے فیس کا مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بعض حاجتمندوں کے لئے دوائیاں بھی اپنی جیب ہی سے خریدتے تھے۔ وہ اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے۔ سارا دن ایک بوسیدہ سے سفید کوٹ میں ملبوس نظر آتے، اور رات کلینک میں ہی بسر کرتے تھے۔ لیکن ایک ایسا دن آیا کہ وہ اپنے کلینک سے اچانک غائب ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۶۷ء میں رونما ہوا۔ انہوں نے اپنی نوجوان، بیوی کو بھی چھوڑ دیا اور اپنے دو کم سن بچوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ اب وہ فدائیوں کی چھکی میں رہتے ہیں۔ اور رات کے وقت صرف ایک محافظ کی معیت میں باہر نکلتے ہیں۔

حبش کے پاپولر فرنٹ نے ۱۹۶۸ء میں روم سے، اسرائیلی ہوائی کمپنی ایلال کے ایک طیارہ کو اغوا کرکے الجزائر پہنچا دیا تھا۔ عربوں کی طرف سے دشمن کے طیارے کو اغوا کرنے کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ پاپولر فرنٹ کی کامیابیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے بیروت کے ایک دانشور نے کہا تھا کہ "اس کے اقدامات نے ہمیں فتح و کامرانی کی ایسی شہ سرخیاں دی ہیں جو عرب فوجیں ابھی تک حاصل نہیں کرسکیں"۔

جارج حبش کی تحریک ایک سوشلسٹ تحریک ہے وہ مارکسزم اور لینن ازم کے پیروکار ہیں۔ حبش کا کہنا ہے کہ "چین ہمارا بہترین دوست ہے، چین اسرائیل کو دنیا کے نقشے سے مٹانا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب تک اسرائیل کا وجود رہے گا۔ اس وقت تک سرزمین عرب پہ سامراجی اڈے قائم رہیں گے۔ ظاہری طور پر روس بھی ہمارا دوست ہے لیکن کم درجے کا۔"

ڈاکٹر حبش کے نزدیک عربوں کا واحد دشمن اسرائیل نہیں ہے بلکہ سامراج اور صیہونی تحریک بھی عربوں کی دشمن ہے۔ کیونکہ یہ دونوں طاقتیں اسرائیل کو مدد دینے والے اکثر ممالک کو کنٹرول کرتی ہیں۔ پاپولر فرنٹ، رجعت پسند عرب ممالک سے امداد نہیں لیتے۔ اس سلسلے میں جارج حبش کا کہنا ہے کہ "ہم اس رقم کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے جس سے امریکی تیل کی بو آتی ہے۔ رجعت پسند عرب حکمرانوں سے مالی امداد وصول کرنا، اپنے اخلاقی اصولوں کو اپنے پاؤں تلے کچلنے اور عزت نفس کو ضائع کرنے کے مترادف ہے"۔

جارج حبش اپنے مقاصد کو چھپاتے بھی نہیں۔ پاپولر فرنٹ کے مقاصد بتاتے ہوئے انہوں نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ "ہماری جدوجہد کا مقصد صرف آزادیٔ فلسطین نہیں ہے بلکہ ہم اسے ایک سوشلسٹ ریاست میں بدلنا چاہتے ہیں۔ فلسطینی عوام کا مسئلہ صرف ویت نام کی طرز پر جنگ کرنے سے ہی حل ہوسکتا ہے۔ ہم اپنی جدوجہد کا آغاز کرچکے ہیں۔ جو آخری فتح تک جاری رہے گی"۔



احمد موسیٰ — الفتح کا پہلا شہید

سلام، الفتح کے پہلے جواں سال شہید احمد موسےٰ پر جس نے ہتھیلی پر سر رکھ کر سنگینوں کے سائے میں رقصِ بسمل کیا اور ۸ جون ۶۵ء کو اردن کے رجعت پسندوں سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا۔

سلام، احمد موسیٰ پر جس نے آزادیٔ وطن نامی دلہن کی خاطر موت کو گلے سے لگالیا۔ اے وادیٔ زرقا، اے دریائے اردن کے پانیو، گواہ رہنا کہ تیرے بیٹوں نے اپنی متاعِ زندگی کی پرواہ نہیں کی اور جب بھی تم نے پکارا تو وہ دیوانہ وار سوئے دار چلے آئے۔

الفتح — اُمید کی کرن

آج کی دنیا عظیم طاقتوں کے نرغے میں گھری ہوئی دنیا ہے۔ منظلوم اقوام کے لئے لازمی ہے کہ ان کی ٹیکنالوجی کے مقابلے میں اپنی ٹیکنالوجی، ان کی تنظیم کے مقابلے میں اپنی تنظیم اور ان کی مورچہ بندی کے مقابلے میں اپنی مورچہ بندی کا اہتمام کریں۔ موجودہ وقت میں دشمن کے مقابلے کے لئے ہمارے پاس صرف ہمارے دست و بازو ہیں جن سے ہم میدانِ جنگ کے ساتھ ساتھ معاشی اور تہذیبی میدان میں بھی دشمن کو شکست دے سکتے ہیں۔ "الفتح" نے اس راستے کو کھول دیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اسے مزید کشادہ کریں تاکہ فوجی یلغار کے ساتھ ساتھ ہم سامراج کی اقتصادی اور تہذیبی یلغار سے بھی نجات پا جائیں



ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف
وائس چانسلر اسلام آباد یونیورسٹی

الفتح کی تنظیم و تربیت میں زیادہ حصہ الجزائر کا ہے

۱۹۴۸ء میں دریائے اردن کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ ہزاروں خیمے نصب تھے۔ لاکھوں عرب مہاجرین ان میں عسرت و ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ اقوام متحدہ ان مہاجرین کے لئے چند لاکھ ڈالر کی خیرات بھیجتی تھی جو آٹھ آنے فی کس ماہوار کے حساب سے ملتی تھی۔ گاہے بگاہے مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کے صحافی ان خیموں میں چکر لگاتے اور واپس جا کر اخباروں میں لکھتے کہ عرب بہت ہی پسماندہ اور غیر مہذب ہیں۔ ان کے چھ سے آٹھ سال کی عمر کے بچے بھی امریکیوں سے سگریٹ کی بھیک مانگتے ہیں اور صحافیوں کے پھینکے ہوئے سگریٹ اٹھا کر دو کش لگا لیتے ہیں۔ آج بیس سال بعد کیوں کوئی صحافی اردن میں نصب خیموں کے چکر نہیں لگاتا، کیوں یہ رپورٹ نہیں کرتا کہ عرب بچے سگریٹ کی بھیک مانگتے ہیں۔ دراصل اس عرصے میں ایک زبردست تبدیلی واقع ہو چکی ہے اور اس تبدیلی کا نام ہے مسلح عوامی جدوجہد۔

> گوریلے اس لئے جیت جاتے ہیں کہ
> اُن کے پاس ہارنے کیلئے کچھ نہیں ہوتا
> — کیسنگر

۱۹۴۸ء کے عرب بچے اب جوان ہو چکے ہیں
اس بات کا تہیہ کر چکے ہیں کہ سرزمینِ فلسطین کو آزاد
کر رہیں گے اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک
اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔

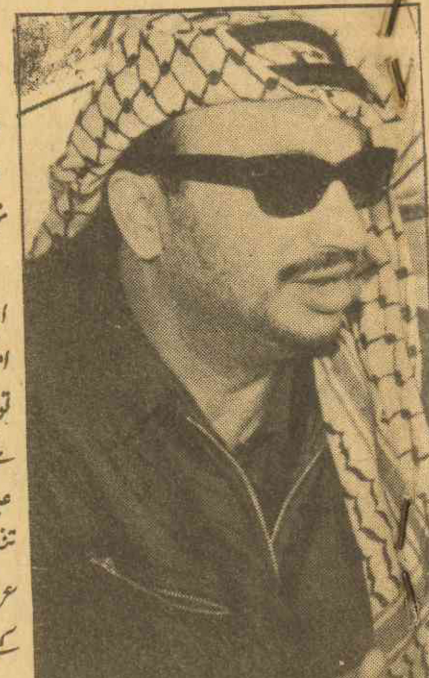
۱۹۵۶ء میں نہر سویز پر برطانوی، فرانسیسی
اسرائیلی حملے کے بعد جب عربوں نے دیکھا کہ اسرائیل
کو مغربی اقوام کی تمام تر مدد حاصل ہے اور اس کے
برعکس وہ کسی بین الاقوامی ادارے یا تنظیم کی مدد سے
انصاف حاصل نہیں کر سکتے تو انہوں نے آزادیٔ فلسطین
کی قومی تحریک شروع کی۔ پہلے یہ تحریک خفیہ تنظیم
کے طور پر شروع کی گئی۔ لیکن ۱۹۵۹ء میں اس نے
سیاسی نوعیت کا کام شروع کر دیا اور کچھ پمفلٹ
وغیرہ چھپوا کر تقسیم کئے۔ اس طرح فلسطینی باشندے
جو غازہ، اردن اور لبنان میں تھے۔ انہوں نے اس میں
شمولیت کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد پمفلٹوں کے ذریعے
طالب علموں، کسانوں، دانشوروں اور سیاسی اور
مذہبی لیڈروں کی توجہ اس طرف دلائی گئی کہ آزادی
کی خاطر ہتھیار اٹھانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ بہت
جلد اس تحریک نے طاقت جمع کر لی۔ اس تنظیم کا نام
"الفتح" ہے اور اس کا فوجی سیکشن "العاصفہ" کہلاتا
ہے جسے ۱۹۶۵ء میں منظم کیا گیا تھا۔

جب یہ تحریک پروان چڑھ رہی تھی تو مغربی اقوام
کا تجزیہ یہ تھا کہ گوریلا جنگ صرف ویت نام کے جنگلوں
ہی میں لڑی جا سکتی ہے۔ پاکستان میں بھی جب آزادیٔ
کشمیر کے لئے عوامی فوج کی تشکیل کا مطالبہ کیا گیا تو
یہی دلیل دی گئی کہ یہاں ویت نام جیسے جنگل موجود

اگر بچے بھیک نہیں مانگتے تو دشمن پر گولیاں

اسرائیلی جارحیت خود اس کے وجود کیلئے خطرہ بن گئی

نہیں، اس لئے عوامی فوج کا نظریہ مہمل ہے. مگر الفتح کے گوریلے سپاہیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ عوامی جنگ ریتلے بیابانوں میں بھی لڑی جاسکتی ہے. "الفتح" کسی ملک کے سیاسی معاملات میں دخل نہیں دیتی، اس کے سپاہی مختلف عرب ممالک میں تربیت حاصل



کرتے ہیں. البتہ تنظیم اور تربیت میں زیادہ حصہ الجزائر کا ہے جو خود عوامی جنگ کے طویل تجربے سے گزر کر آزاد ہوا ہے.

الفتح نے عربوں میں خوداعتمادی کا جذبہ پیدا کیا ہے. وہ شکست خوردہ ذہنیت جس کا شکار ۱۹۴۸ء سے ۵۸ء تک فلسطینی عرب رہے، الفتح کی کامیابیوں میں دب چکی ہے. عربوں کے دلوں میں ایک امید بندھ گئی ہے کہ اگر امریکہ ویت نام سے نکل سکتا ہے تو اسرائیل بھی فلسطین سے نکل سکتا ہے.

جنگ میں دو ہی مقاصد ہوتے ہیں. کچھ علاقے فتح کر کے اپنی حکومت کے زیر اثر لانا اور مفتوحہ علاقے کے لوگوں کو مغلوب کرنا. اسرائیل نے کچھ علاقے تو ضرور فتح کر لئے ہیں مگر وہ عربوں کو مغلوب نہیں کر سکا.

آج عرب جانتے ہیں کہ اسرائیل طویل جنگ کا اہل نہیں ہے. ۲۳ لاکھ کی اس یہودی آبادی کو اگر امریکہ مسلسل فوجی سامان، راشن اور اخلاقی مدد نہ دے تو اسرائیل کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا. مگر الفتح کو بھی معلوم ہے کہ ان کی لڑائی محض اسرائیل سے نہیں بلکہ مغربی عیسائی تہذیب سے ہے جو سائنس، ٹیکنالوجی اور تنظیم میں اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے. الفتح کی عوامی جدوجہد عربوں کو اس راستے پر لے آئی ہے جو مستقبل میں عربوں کے مسائل کا واحد حل ہے

جون ۱۹۶۷ء کی لڑائی میں عربوں کا بہت نقصان ہوا. بہت سے علاقے بھی ہاتھ سے گئے. کروڑوں روپے کا فوجی سامان تباہ ہوا. ہزاروں جانیں بھی تلف ہوئیں. مگر اسرائیل کو ان کا سیاسی فائدہ اتنا نہیں پہنچا جتنا کہ اسرائیلی امید لگاتے بیٹھے تھے. خیال تھا کہ سویز بند ہونے کا نقصان متحدہ عرب جمہوریہ برداشت نہ کر سکے گا. مگر نہر آج بھی بند ہے اور مصر اس نقصان کو برداشت کر رہا ہے. اسرائیلیوں کا خیال تھا، کہ عرب ممالک شکست کے بعد اسرائیل کو تسلیم کر لیں گے یہ بھی ممکن نہیں ہوا.

الفتح کامیاب ہے اور مغربی طاقتیں فلسطین میں بھی ویت نام جیسے چکر میں پھنس رہی ہیں. ان حالات سے متاثر ہو کر کیسنگر نے کہا ہے کہ گوریلا جیت جاتے ہیں. اس لئے کہ ان کے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں جو وہ ہاریں، اور ہم ہار جاتے ہیں. کیونکہ گوریلوں کے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں جو ہم جیتیں.

جب سے اسرائیل نے اردن کے علاقوں پر قبضہ کیا ہے اس کے داخلی معاملات میں بھی الجھن پیدا ہو گئی ہے. اردنی علاقوں کے بغیر اسرائیل میں یہودیوں کی آبادی کا تناسب ۸۷ فیصد تھا. اب مقبوضہ عرب علاقوں کو شامل کر کے اسرائیل میں عربوں کی آبادی کی شرح ۴۵ فیصد ہو گئی ہے اور اسرائیل ۵۵ فیصد رہ گئے ہیں. اسرائیل کے دستور کے مطابق اس عرب آبادی کو بھی ۴۵ فی صد

باقی صفحہ ۳۶ پر



رساتے ہیں

الفتح کا عالمی کردار

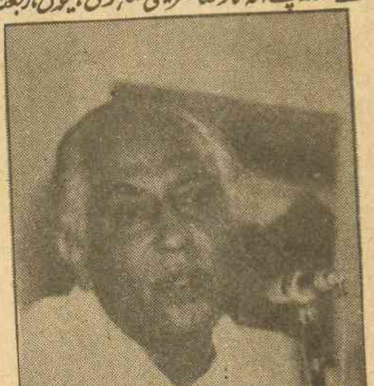
فلسطین کا تصفیہ نہ ہُوا تو یہ خطّہ دُوسرا ویت نام بن جائے گا

حرّیت پسندوں کی یلغار روکنے کے لئے

شاہوں اور رجعت پسندوں کی سازش

فلسطین کے قومی محاذِ آزادی "الفتح" نے فلسطینی عوام کی جنگِ آزادی کو ایک عالمی مسئلہ بنانے میں جو مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے اور تمام عرب ممالک کے عوام کو سامراج کے خلاف جس طرح نبرد آزما ہونے کے لئے آمادہ کر دیا ہے اس سے دنیا بھر کے حرّیت پسندوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ سامراجی اور ان کے آلہ کار عناصر پہلی دفعہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ جب تک اس نئے "ویتنام" کے خطرے کا سدباب نہ کیا جائے۔ دوسرے "ویتناموں" کا پیدا ہونا اور بھی آسان ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف سامراجی طاقتیں تحریص و ترغیب اور مکر و فریب سے الفتح کے زیر قیادت عالم عرب میں عوامی اور انقلابی طاقتوں کو راہ راست سے بھٹکانے کی کوششیں کر رہی ہیں اور دوسری طرف عالم عرب کے اندر اپنے آلہ کار عناصر یعنی شاہوں، شیخوں، رجعت پرستوں اور عوام دشمن طاقتوں کے ذریعے عوام اور حریت پرستوں کی مجاہدانہ یلغار کو روکنے کی س میں مصروف ہیں۔ یہی وہ سامراجی طاقتیں ہیں جنہوں عالم اسلام کی کمزوری اور عربوں کی سیاسی ز حالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسرائیل کو جنم د عربوں کے داویلا اور گریہ زاری کی پرواہ نہ کر ہوئے یہ ناسور پیدا کیا۔ گزشتہ ۲۴ سالوں میں سامراج اور اس کے حواریوں نے اپنے سیاسی م کے لئے اسرائیل کو جس طرح طاقتور بنایا اور عر کو جس طرح ذلیل و خوار کیا وہ انسانی تاریخ کا ایک المناک باب ہے۔ "الفتح" نے اب جس تاریخ ساز کا آغاز کیا ہے۔ اس کے نتائج نہ صرف عالم عرب ا عالم اسلام کو متاثر کریں گے بلکہ دنیا بھر کے مظلو کی آزادی اور انصاف کے لئے جدوجہد میں ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کریں گے۔

فلسطین کی آزادی کی جنگ میں صرف فلسط عوام اور عالمی صیہونیت ہی فریق نہیں ہیں بلکہ اس عرب ممالک کے حکمران اور سامراجی ممالک خصوصی امریکہ اور برطانیہ بھی اہم فریق کی حیثیت رکھتے ہ الفتح کے قیام سے پہلے عرب ممالک کے حکمران او سامراجی طاقتیں مخالف فریقین کی حیثیت میں اس مسئلے کے حل کے لئے ایک دوسرے کی مدِمقابل ر رہیں۔ ہر عرب ملک اپنے مخصوص سیاسی مفادات ا کمزوریوں کے باعث طاقتور اور غالب سامراج طاقتوں کے سامنے فلسطینی عوام کے مسئلے کو پیش کر سے قاصر رہا اور ان کے نام پر سیاسی سودے بازیو کے چکر میں گرفتار رہا۔ دنیا بھر کے صیہونیوں نے اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور سامراج طاقتوں کی شہ پر اپنے توسیع پسندانہ ارادوں کو آگ بڑھانے میں کامیاب ہوتے رہے۔ جنگِ سویز ۱۹۵۶ کے بعد جب عالم عرب میں عوامی انقلاب کے تصورات پھیلنے شروع ہوئے تو رجعت پسند نے دانستہ یا نادانستہ طور پر اسرائیلی عزائم کو تقویت



تحریر • ملک معراج خالد وزیر اعلیٰ پنجاب

پہنچاتی اور اپنے سارے وسائل عوام کے آتحاد کو کچلنے کے لئے وقف کر دیتے۔ نتیجے کے طور پر خود عرب حکمرانوں کے درمیان وہ اتحاد پیدا نہ ہوسکا جو اسرائیل اور اس کے سامراجی آقاؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے ناگزیر تھا۔ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل کے ہاتھوں عرب عوام کو شکست نہ ہوئی تھی بلکہ یہ ان عرب حکمرانوں کی شکست تھی جو عرب عوام کے اتحاد کو اپنا دشمن نمبر ایک سمجھ رہے تھے۔ اس شکست نے نہ صرف عرب عوام، عالم اسلام کے عوام بلکہ دنیا بھر کے حریت پسند عوام کو نیا ولولہ اور جوش عطا کیا اور الفتح نے فلسطینی عوام کو منظم کر کے ایک ایسی تحریک کی بنیاد رکھی ہے جس کو اس لحاظ سے لازمی طور پر دنیا بھر کے انقلاب پسندوں کو حمایت حاصل ہے۔ اس قلیل مدت میں الفتح نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں اس پر ہم سب نازاں ہیں اور اس کی فتح مندی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عرب ممالک کے تمام وہ حکمران جو کچھ سال پیشتر حریت پرستوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے تھے اور ان کے مجاہدانہ کردار کو عرب دشمنی پر محمول کرتے تھے اب وہی اپنے عوام کے دباؤ کے تحت الفتح کے حق میں اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ الفتح کا یہ مؤقف کہ مسئلہ فلسطین کے صرف دو فریق ہیں، ایک اسرائیلی اور اس کے سامراجی آقا اور دوسرے فلسطینی عوام، اب تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ روس امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اقوام متحدہ کے اندر اور باہر الفتح کے اس دعوی کو کمزور کرنے کے لئے حال میں جو سیاسی حربے استعمال کئے ہیں، الفتح نے اپنے مجاہدانہ فکر و عمل سے اُسے ناکام بنا کر رکھ دیا ہے۔ بعض عرب حکمرانوں نے جس منافقت بزدلی سے بڑی طاقتوں کے اس مکر و فریب میں شرکت کی، الفتح نے اس کو بھی بے نقاب کیا۔ الفتح کی تنظیم اب اتنی طاقتور ہو چکی ہے کہ نہ سامراجی طاقتیں اور نہ ہی عرب حکمران اب فلسطینی

جون ۱۹۷۰ء کی جنگ میں عرب عوام کو نہیں عرب حکمرانوں کو شکست ہوئی تھی۔!!

عوام کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے مجاز رہے ہیں، بلکہ اسرائیل کو کلی طور پر ختم کر کے فلسطین کی آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کے لئے انہوں نے مسلح عوامی جدوجہد کا جو راستہ اختیار کیا وہی اب اُن کے اس نصب العین کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

مغربی سامراج عالم اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ الفتح نے اس حقیقت کو عالم اسلام کے عوام پر بے نقاب کر کے بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ اس نے حق و باطل کا ایک معیار قائم کر دیا ہے جس کی روشنی میں ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانیں اور اپنے درمیان سامراج کے ان آلۂ کار عناصر کی واضح طور پر نشاندہی کر سکیں جن کی ریشہ دوانیاں اب بھی عالم اسلام کے عوامی اتحاد کو کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ الفتح کے زیر قیادت فلسطینی عوام کی مسلح عوامی جدوجہد ہی ملت اسلامیہ کو اپنے تاریخی کردار سے روشناس کر سکتی ہے۔ مقام شکر ہے کہ الفتح کے طفیل ہم ویت نام، الجزائر اور دنیا بھر میں دوسرے سامراج دشمن حریت پرستوں کی صف میں شمار کئے جانے لگے ہیں اور کئی صدیوں کے بعد عرب عوام نے اپنی شخصیت کی عظمت کو جان لیا ہے اور اس کے مطابق اپنی غیرت و حمیت کا نقش تاریخ پر ثبت کر رہے ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی کے واقعہ نے تمام مسلمانوں کو عجیب اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ یہ حادثہ جانکاہ غیر متوقع نہیں۔ صیہونی اس ارتکاب جرم کیخلاف مسلمانان عالم کے ردِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آئندہ اقدامات کا منصوبہ کریں گے۔ مسلمان سربراہوں کی کانفرنس ہو یا عرب حکمرانوں کا احتجاج، اسرائیل یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہم عملی طور پر کس حد تک ان کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے ہیں۔ یاسر عرفات، قائد الفتح نے الجزائر میں ایک اخباری انٹرویو کے ذریعے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی ایسی کانفرنس میں صرف اس حد تک دلچسپی رکھتے ہیں کہ اس کانفرنس کے ذریعے الفتح کی مسلح عوامی جدوجہد کو کس حد تک تقویت ملتی ہے۔ کیونکہ الفتح کسی کانفرنس کے ایسے فیصلوں کی پابند نہیں جن کا مقصد بڑی طاقتوں کی طرف سے پیش کردہ سیاسی فارمولوں کی تکمیل ہو۔ جن سے عرب حکمرانوں کے سیاسی مقاصد کے حصول کا پہلو نکلتا ہو۔ الفتح کے نزدیک مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے کہ اسرائیل سے جنگ جون ۱۹۶۷ء میں، چھینے ہوئے عرب علاقے واپس کئے جائیں۔ الفتح اپنی جدوجہد اس وقت تک جاری رکھے گی۔ جب تک کہ اسرائیل کا سامراجی اڈہ ختم نہیں ہو جاتا اور فلسطین کی آزاد عرب جمہوریہ قائم نہیں ہو جاتی۔

الفتح کی مکمل تائید اور حمایت دنیا بھر کے سامراج دشمن اور حریت پرست عوام کر رہے ہیں۔ چین، کوریا، کیوبا اور ویت نام کے غیر مسلم اور غیر عرب عوام نے اوّل

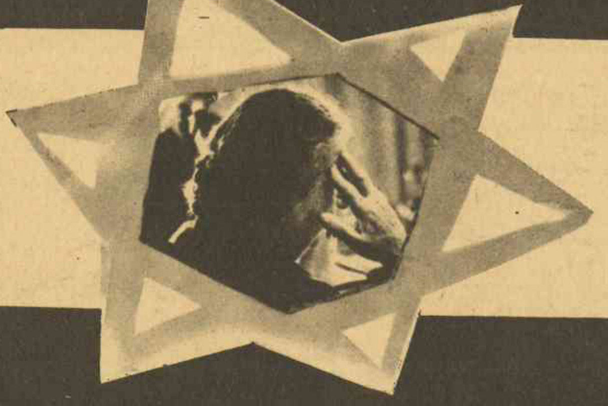
الفتح دُنیا بھر کے مُظلوموں کی جَنگ آزادی لڑ رہی ہے

روں نے تمام سیاسی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے الفتح کا ساتھ دیا ہے۔ اس صورتِ حال نے ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کہ ہم ان سچے دوستوں کی دوستی کو پہچانیں اور عالمی سامراج کے اسلام دشمن کردار کے پیش نظر اس کا ہر محاذ پر مقابلہ کریں اور پاکستان کے اندر سامراج کے آلۂ کار کو بے نقاب کریں۔ الفتح کے جہاد کی کامیابی ہی مسجد اقصیٰ اور دوسرے مقدس مقامات کے شرف کی بحالی کی ضامن ہے۔ اس جہاد میں شرکت کا ایک مؤثر طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم الفتح کے دشمن اسرائیل اور اس کے آقا امریکی سامراج کو اپنی ملکی حدود کے اندر نہ پھیلنے دیں اور الفتح کے سچے دوستوں کے خلاف نفرت اور دشمنی کی مہم چلانے والوں کو الفتح کا دشمن اور اسرائیل اور امریکہ کا حلیف قرار دیں۔

الفتح ملتِ اسلامیہ کی تاریخی عظمت کا نشان ہے۔ قدرت نے ہمیں ایک نادر موقع عطا کیا ہے کہ ہم اس جہاد کو تیز تر کر کے آزادی اور انصاف کے لئے لڑنے والوں کی صف میں جگہ حاصل کریں۔ اس ناگزیر حقیقت کو درد جان بنا لیں کیونکہ کشمیر، اری ٹیریا اور فلسطین کی جنگِ آزادی، ویت نام، رہوڈیشیا، جنوبی افریقہ، انگولا، اور ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی دوسری مظلوم اقوام کی جنگِ آزادی کا لازمی حصہ ہیں اور مسلح عوامی جدوجہد ہی ان سب محاذوں پر کامیابی کا واحد ذریعہ ہے

بقیہ ● الفتح امید کی کرن

نمائندگی اور دوسرے حقوق ملنے چاہئیں۔ ایسا کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ اسرائیل کے اندر یورپی اور ایشیائی یہودیوں کے درمیان کشمکش جاری ہے۔ سفید یورپی یہودی کالے ایشیائی یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔ حالات گواہی دے رہے ہیں۔ کہ اگرچہ اس وقت دنیائے عرب پر اسرائیل کی جانب سے فوجی یلغار کی جا رہی ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہی یلغار اسرائیل کے اپنے وجود کے لئے ایک ایٹم بم بن جائے۔



انسانی اور شہری حقوق کی لیگ کی یادداشت

یہ رپورٹ انسانی حقوق کی بین الاقوامی لیگ نے مرتب کی ہے۔ اسکی تیاری میں صرف اسرائیل کے اخبارات، دستاویزات، معزز شہریوں کے بیانات اور عدالتی بیانات سے مدد لی گئی ہے۔ کیا تل ابیب اس رپورٹ کی صداقت سے انکار کر سکتا ہے

20 ویں صدی کا ہلاکو

موشے دایان



تین سال میں عربوں کے سات ہزار سے زائد مکان نذر آتش کر دیئے گئے!

عرب مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلی حکومت اور اس کے کارندے بے بس عرب عورتوں، بچّوں بوڑھوں اور جوانوں پر لرزہ خیز مظالم ڈھا رہے ہیں ان انسانیت سوز مظالم کے سامنے چنگیز اور ہلاکو کی بربرّیت اور بہیمیت ماند پڑ جاتی ہے۔ مظالم کی سنگینی کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہیں دیکھ کر خود اسرائیل

ایک عرب عورت کو جیل میں برہنہ رکھا گیا

کے باشندے بھی چیخ اُٹھے ہیں، اور انہوں نے مقبوضہ عرب علاقوں میں اسرائیلی کارروائیوں کے متعلق اقوام متحدہ کے کمیشن کو ایک مفصل یادداشت بھیجی ہے۔ جس میں اسرائیلی حکومت اور اس کے کارندوں کے مظالم کی المناک داستان درج ہے، یہ یادداشت انسانی اور شہری اور حقوق کی اسرائیلی لیگ نے مرتب کی ہے۔ جس کا دفتر تل ابیب میں ہے اور جو نیویارک کی انسانی حقوق کی بین الاقوامی لیگ سے متعلق ہے۔

اسرائیلی لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک خاص اجلاس ۸ جون ۷۰ء کو تل ابیب میں ہوا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عرب مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی کارروائیوں کے اقوام متحدہ کمیشن میں اسرائیل کے مظالم کی تصدیق کرنے کے لئے مسٹر جوزف ابی لیہ کو مقرر کیا جائے یہ بھی فیصلہ کیا گیا۔ کہ درج ذیل یادداشت جو اسرائیل کے چیئرمین ڈاکٹر اسرائیل شاہاک اور نائب چیئرمین مسٹر اوریل ڈیوس نے مرتب کی ہے، اقوام متحدہ کے کمیشن میں پیش کی جائے مسٹر ابی لیہ اقوام متحدہ کے کمیشن میں مذکورہ یادداشت کے متعلق مزید سوالوں کے جواب بھی دیں گے۔

اسرائیلی لیگ برائے انسانی حقوق

ہم (یعنی اسرائیلی لیگ برائے حقوقِ انسانی کے صدر اور نائب صدر، جن کی جانب سے یہ مسودہ پیش کیا گیا ہے) اس موقع پر اپنا ایک ذاتی تاثر پیش کرنا چاہتے ہیں، ہم لوگ جو اسرائیلی اخبارات کے مستقل قاری ہیں اس قسم کی سرخیاں پڑھنے کے عادی ہو چکے ہیں" ہبرون میں تین مکان نذرِ آتش کر دیئے گئے۔ غزہ میں ۱۲ گھنٹے کا کرفیو مزید چند روز نافذ رہے گا، نیلبس میں ایک شخص کرفیو کے اوقات میں ہلاک ہو گیا،" وغیرہ وغیرہ۔

ہم ان سرخیوں کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ شاید ہی انہیں کوئی اہمیت دیتے ہیں، چونکہ ہمارے ذہن محدود

ہیں اس لئے ہم ان کا نہ تو مسلسل کل میزان کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ مقبوضہ علاقوں کی صورتِ حال اور ہماری زندگی کے معمولات کے ایسے واقعات اب قابلِ توجہ نہیں رہے۔

لیکن جب ہم اپنی فائلوں کی ورق گردانی کرتے ہیں اور تراشوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں تشویش ہوتی ہے حتیٰ کہ ہم لوگ جنہیں اسرائیل کی مجموعی اور روزمرہ کی پالیسی کا اور اسرائیل نیز مقبوضہ علاقوں میں انسانی حقوق کی روزانہ خلاف ورزیوں کا بخوبی علم ہے ان خوفناک اعداد و شمار کو دیکھ کر سخت متعجب ہوتے ہیں کون شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۹ء تک مقبوضہ علاقوں میں ۷۵۵۴ مکانات نذرِ آتش یا مسمار کر دیئے گئے۔

ہم اس یقین واثق کے ساتھ یہ یادداشت ساری دنیا میں اشاعت کی غرض سے پیش کر رہے ہیں کہ اس طرح ہم اپنے عوام اور امن کے مقصد کی بحدّ امکان بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے ہمارا یہ اقدام اُن مقامی اور بین الاقوامی مساعی میں نمایاں طور پر معاون ثابت ہوگا جو مشرقِ وسطیٰ کے تنازعہ کو تمام متعلقہ فریقوں کے نجی اور قومی حقوق کے حصول کی خاطر کی جا رہی ہیں۔

سیاسی ظلم و ستم

اسرائیل کی قابض حکومت کی امتیازی خصوصیت ہر قابض حکومت کی طرح مقبوضہ علاقوں کے لوگوں کو آزادیٔ اظہار اور تنظیم کے تمام حقوق سے محروم رکھنا ہے ہر قسم کی تنظیم حتیٰ کہ باہمی امداد کی تنظیم اور بچوں کی کونسل تک پر پابندی ہے مسلم مذہبی عدالتوں کا قانونی جواز اور ان پر عمل درآمد کا حق ختم ہو گیا ہے لیبر یونین کے عہدیداروں کو منظم طریقے پر گرفتار کیا جا رہا ہے یا انہیں باہر نکالا جا رہا ہے بالفاظِ دیگر انسانی حقوق کے منشور میں تنظیم اور اظہارِ خیال کی جو مکمل آزادی (یعنی سیاسی تنظیم مظاہرے اجتماع اور پُرامن سیاسی سرگرمیوں کی آزادی) فراہم کی گئی ہے اسرائیلی مقبوضہ علاقوں کے فلسطینی باشندوں کو ان سے بالکل محروم کر دیا گیا ہے۔

فلسطینی مزدور صحت کے انشورنس پنشن اور دیگر تمام سماجی حقوق سے محروم ہیں

۱۵ جنوری ۱۹۶۹ء کو ایک مقامی روزنامے نے خبر دی کہ ویسٹ بینک کے علاقے میں اسرائیلی سہ روزہ اخبار "الاتحاد" کو فروخت کرنے پر (جو اسرائیل میں غیر قانونی نہیں) کئی لوگوں کو مختلف میعاد کی سزائیں دی گئیں۔

۲۔ اسی اخبار نے ۱۲ مئی ۱۹۶۹ء کو خبر دی کہ ہائی اسکول کے پانچ ٹیچروں کو ایک "غیر قانونی تنظیم" سے تعلق رکھنے کے جرم میں نو نو ماہ کی سزائے قید دی گئیں، اُن ٹیچروں کے وکیل الیف لینگر نے عدالت میں اِس تنظیم کا دستور العمل پڑھ کر سنایا۔ جس میں درج ذیل اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

"ثانوی سکول کے طلباء کے درمیان امدادِ باہمی کو فروغ دینا، طلباء کی بین الاقوامی تنظیموں سے تعاون کرنا اور ان کے مقاصد کو تقویت پہنچانا۔"

۳۔ اسی پرچہ نے ۴ جنوری ۱۹۷۰ء کو خبر دی کہ جبیری چو کے ہائی اسکول کے طلباء کو امداد باہمی کی تنظیم کے دستور العمل کی وجہ سے قید کر دیا گیا۔

۴۔ ۷ جون ۱۹۷۰ء کو ایک مقامی روزنامہ نے یہ خبر دی کہ رمنہ اور البیرا میں ایک پُرامن ہڑتال کے بعد رملہ کے فوجی گورنر نے ان دونوں شہروں کے معززین کے سامنے اعلان کیا کہ انہوں نے ایسٹ بینک سے بھیڑیں درآمد کرنے کے لئے ان دونوں شہروں کے تمام تاجروں کے اجازت نامے منسوخ کر دیئے گئے ہیں اور رمنہ میونسپلٹی کے لئے ایک لاکھ ڈالر کی وہ رقم بھیجنے کی اجازت نہیں دیں گے جو امریکی ایسوسی ایشن میں رملہ کے تارکینِ وطن نے غیر ممالک سے عطیہ کے طور پر جمع کی ہے۔

مزدوروں کا استحصال

مقبوضہ علاقوں کے ہزاروں فلسطینی مزدور اسرائیل میں کام کرتے ہیں فلسطینی مزدور کو اسرائیلی مزدور کے مقابلے میں مساوی کام کی اُجرت نہیں ملتی۔ حقیقت یہ ہے کہ فلسطینی مزدوروں کو اپنے آجروں سے اُجرت بھی نہیں ملتی۔ آجر اُن کی اُجرت اسرائیل حکومت کو دے دیتے ہیں اسرائیل حکومت اس میں سے چالیس فیصد منہا کرنے کے بعد باقی ماندہ رقم مزدوروں کو دیتی ہے۔ منہا کی ہوئی یہ رقم اسرائیل ریاست کے نام پر ایک خصوصی فنڈ میں جمع ہوتی ہے، اس فنڈ کی مجموعی رقم مئی ۱۹۷۰ء میں ۵ کروڑ اسرائیلی پونڈ ہو گئی تھی، یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مزدوروں کی اُجرت میں یہ منہائی سماجی بہبود تنظیم اور سفری ٹیکس کے نام پر لی جاتی ہے، جبکہ اسرائیلی مقبوضہ علاقوں کے فلسطینی مزدور از روئے قانون تمام سماجی حقوق سے حتیٰ کہ صحت کے انشورنس اور پنشن وغیرہ سے محروم ہیں۔

گزشتہ ۱۰ ماہ کے دوران میں غزہ کے علاقے سے اسرائیل کے اندر فلسطینی مزدوروں کی آمد بتدریج مشکل ہوتی جا رہی ہے، اسرائیل میں بعض فیکٹریوں نے مقبوضہ علاقوں سے آتے ہوئے مزدور مردوں اور عورتوں کے لئے فیکٹری کے علاقے میں بند کیمپ قائم کر دیئے ہیں، یہ مزدور یہاں خیموں اور جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔

یکم اگست ۱۹۶۹ء کے ایک اخبار کی اطلاع کے مطابق افرادی طاقت کے انجنیئروں نے اسرائیلی وزیر پی ساپر کے اس بیان کو نہایت حقارت سے مسترد کر دیا ہے کہ کہ ہم عربوں کو ریاست میں لکڑی کاٹنے اور پانی فراہم کرنے کی بنیادی خدمت سپرد کر رہے ہیں، انجنیئروں نے کہا۔ ظاہر ہے کہ کوئی ملک ٹکنالوجی میں خواہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو جائے لیکن یہ خدمات تو بہرحال کوئی نہ کوئی انجام دے گا ہی۔

روزنامہ ماریو نے ۱۷ دسمبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت

اساتذہ اور طلبا کو انجمن بنانے کے "جرم" میں اجتماعی سزائیں اور جرمانے

ایک ممتاز فلسطینی عرب کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں، جو ۱۹۶۷ء سے اسرائیلی مقبوضہ علاقے میں آباد ہے اس شخصیت کا نام ہمارے پاس درج ہے مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلی حکام کی کارروائیوں کے متعلق اقوام متحدہ کی متحدہ کی کمیٹی کے سامنے ہمارا خصوصی نمائندہ ۱۵ جون کو اپنی شہادت دیتے وقت یہ نام صرف کمیٹی کے ارکان کو اعتماد میں لے کر بتائے گا۔ یہ رپورٹ ۱۵ نومبر ۱۹۶۹ء تک کے واقعات و حالات پر مبنی ہے۔

مقبوضہ علاقوں میں مکانوں کا جلایا جانا ایک معمول سا بن گیا ہے۔

مقبوضہ گولان کی پہاڑیوں کے آتش زدہ مکان اس میں شامل نہیں کیونکہ ان کے بارے میں مصدقہ اعداد موجود نہیں، البتہ رائٹر نے کہا ہے کہ گزشتہ جولائی میں ختم ہونے والے ایک ماہ کے عرصے میں اسرائیل نے

۱۹۶۷ کی جنگ کے بعد مقبوضہ علاقوں کی تباہی

۱۹۶۹ء میں اسرائیلی فوج نے مقبوضہ علاقوں میں جو مکانات نذر آتش کئے

جائے وقوع	پہلی تحقیقات کی تاریخ ۱۱ جون ۶۷ء سے ۱۵ اپریل ۶۸ء تک	دوسری تحقیقات کی تاریخ ۱۵ اپریل ۶۸ء سے ۱۰ ستمبر ۶۹ء تک	تیسری تحقیقات کی تاریخ ۱۰ ستمبر ۶۹ء سے ۱۵ نومبر ۶۹ء
یروشلم (پرانا شہر)	۱۴۵	۲۹۰	۳۴۲
لاترون، امواس، بیت نوبا یالو	۱۸۳۰	۲۵۰۰	۲۵۰۰
سماریہ، نبلس جینین، تلکارم۔ قوباس، قلقلیا جفتلک وغیرہ	۲۶۳۰	۳۷۰۳	۳۷۱۹
حبرون، جبل خلیل حبران، بیت حوا اور موسم، ملحول	۳۳۹	۴۲۷	۵۱۹
غزہ، غزہ خان یونس، دیرالبلاح۔ رافاح	۲۸۰	۳۲۲	۳۵۲
رملہ بیراور ملحقہ گاؤں	۳۳	۳۶	۴۴
بیت اللحم، ملحقہ گاؤں اور مہاجر کیمپ	۴۵	۷۷	۷۸
میزان	۵۳۷۶	۷۳۵۵	۷۵۵۴

میں درج کیا کہ اسرائیلی زرعی مزدور کو ۸ پونڈ روزانہ اُجرت ملتی ہے اُس میں سے ۸ تا ۱۰ اسرائیلی پونڈ گورنمنٹ ایمپلائمنٹ سروس منہا کر لیتی ہے، اس طرح مقبوضہ علاقوں کے ایک زرعی مزدور کو ۱۰ تا ۱۲ اسرائیلی پونڈ اُجرت ملتی ہے، (بشرطیکہ وہ اسرائیل میں کام کرے) اسرائیل میں از روئے قانون کسی آجر کو یہ حق نہیں ہے کہ براہِ راست اُجرت ادا کر دے

تنکیلوں کے زرعی مزدوروں میں سے نصف زرعی مزدور اور اسی علاقے کی غذائی صنعت میں کام کرنے والے مزدوروں میں سے نصف مزدور غزہ کے باشندے ہیں۔ پھلوں کے بعض باغات میں کام کرنے والے غزہ کے مزدوروں کا تناسب ۷۰ فیصد ہے۔

۱۹۶۷ء میں اسرائیلی تسلط کے فوراً بعد مقبوضہ علاقوں میں وسیع پیمانے پر اجتماعی تعزیر کے اصول پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے، اس قسم کی بہت سی مثالیں اس یادداشت کے دوسرے حصوں میں پیش کی گئی ہیں مثلاً۔ مکانات کو آگ لگانا، فلسطینیوں کو یرغمال بنانا، فلسطینی راہنماؤں اور معززین کو ملک بدر کرنا، مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی ان پالیسیوں کی پوری ذمہ داری جس شخص پر عائد ہوتی ہے وہ وزیر دفاع موشے دایان ہے۔ اسرائیل پارلیمنٹ کے رُکن اری ایونیری کے اس سوال کے جواب میں کہ غزہ میں مسز اعدا عیسیٰ سعد کا مکان جو نہ اس کی ملکیت تھا اور نہ اس کے والدین کی ملکیت تھا بلکہ وہ مکان میں کرایہ پر رہتی تھی، کیوں نذرِ آتش کیا گیا۔ مسٹر دایان نے جو کچھ کہا وہ ایک انکشاف ہے۔ اس مکان کو ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء کو نذرِ آتش کیا گیا تھا۔ موشے دایان نے کہا "یہ مکان فوجی حکام نے نذرِ آتش کیا تھا" اور جب ممبر پارلیمنٹ ایونیری نے پھر استفسار کیا کہ وزارت دفاع کیا خاندان کے کسی ایک فرد کی کارروائی کو پورے خاندان کی اجتماعی ذمہ داری قرار دینے کے اصول پر عمل پیرا ہے تو موشے دایان نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔

ہم ہاں تنیس کے بین الاقوامی شہرت یافتہ

مقبوضہ گولان پہاڑیوں میں کم از کم ۱۰۶ گاؤں مسمار کر دیئے۔ اسرائیل پولیس کا مقصد اس علاقے کو ایک لاکھ ۱۵ ہزار شامی باشندوں سے خالی کرانا تھا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اُوتھان کے نام شامی سفیر جارج تومی نے ایک خط میں لکھا ہے کہ اسرائیل کی کارروائیوں کا مقصد مقبوضہ علاقے سے عرب زندگی اور املاک کے تمام آثار و علامات کو انتہائی بہیمانہ طریقے سے مٹا دینا ہے (یروشلم پوسٹ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۹ء) جو گاؤں مسمار کئے گئے ہیں ان میں سے چار کے نام معلوم ہو سکے ہیں، وہ یہ ہیں ابی زیتون، تل عشتیٰ، الان زنتی اور خم الجوخدر۔

نظر بندیاں، جلاوطنی اور مظالم

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق آج کل اسرائیل کے قید خانوں میں مقبوضہ علاقے کے ایک ہزار سے زیادہ دنظر بند ہیں، ان میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں، جنہیں مختلف الزامات کے تحت گرفتار تو کیا گیا لیکن عدالتوں میں پیش نہیں کیا گیا۔ ان کی بیشتر تعداد کو ایک عرصے تک جیلوں میں رکھا جاتا ہے، اور عدالتوں میں پیش کرنے کے بجائے بعد میں رہا کر دیا جاتا ہے، قید کے دوران میں بہت سے لوگ ترکِ وطن کرنے پر رضامند ہو جاتے ہیں یا جیسا کہ سرکاری طور پر کہا جاتا ہے کہ "وہ ملک بدر ہونے پر تیار ہو جاتے ہیں۔"

مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی فوجی عدالتوں نے تقریباً تمام سزائیں ملزموں کو اُن کے اقبالِ جرم پر دی ہیں، اکثر و بیشتر صورتوں میں قیدی عدالتوں میں اقبالِ جرم سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور شکایت کرتے ہیں کہ اُن سے ظلم و تشدد کے ذریعہ اقبالِ جرم کرایا گیا ہے، وہ تشدد کے طریقوں کی تفصیلات بھی بیان کرتے ہیں لیکن ستم تو یہ ہے کہ بعض دفعات اُن پر عدالتوں کے اندر بھی تشدد کیا گیا ہے، یہ لوگ عدالت میں یہ ثابت کرنے کے لئے تفتیش کے دوران میں ان پر ظلم و تشدد کیا گیا ہے، طبی معائنہ کرانے کی پیش کش بھی کرتے ہیں، لیکن سرکاری طور پر ان شکایات کی عدالتی تحقیقات کبھی نہیں ہوتی حتیٰ کہ جب کوئی

ایسا شخص جس کے جسم پر ظلم و تشدد کی واضح علامات ہوتی ہیں، عدالت کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ تو اپیل کمیشن کی عدالت اس کے معاملے کی تحقیقات سے بھی انکار کر دیتی ہے

گزشتہ مہینوں میں صورت اور زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ فوجی عدالتیں ظلم و تشدد کی ابتدائی شکایات تک سُننا گوارا نہیں کرتیں، ایک سرکاری اعلان کی رُو سے اُس علاقے میں حفاظتی ذمہ داریوں کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر پوچھ گچھ کے دوران میں تفتیشی عملے کے رویئے



میرے اوپر پیشاب ڈالا گیا، بجلی کے جھٹکے دیئے گئے

کی تحقیقات نہیں کی جائے گی۔ عدالت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان کے کام میں خلل انداز ہونے سے احتراز کرے۔"

ہماری رائے میں یہ صورت حال بہت نازک ہے اور بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے، ہماری سفارش یہ ہے کہ تحقیقات کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن تشکیل کیا جائے جو اُن ملکوں کے ججوں پر مشتمل ہو جو اسرائیل کے مخالف نہیں یہ کمیشن ان الزامات کی تحقیقات کرے جو ہماری رائے میں نہایت ٹھوس ہیں۔ ہم آپ کے علم میں یہ بات بھی لانا چاہتے ہیں کہ اسرائیل کی حکومت نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس سفارش کو بھی رد کر دیا ہے کہ اسرائیل کے جج عربوں پر مظالم کی تحقیقات کریں۔

جلاوطنی

۲ فلسطینیوں کو جلاوطن کر کے اُردن بھیج دیا گیا۔
(روزنامہ ماریو ۲ ستمبر)

چار معزز فلسطینیوں کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔ ان میں ایک ڈاکٹر، ایک بچوں کے امراض کا ڈاکٹر، لارنیلس کا ایک نائب میئر شامل تھا (یاوت ۲۵ اکتوبر)

فلسطین کے دس معززین کو اُردن میں جلاوطن کر دیا گیا۔ ان میں ویسٹ بینک کے ٹیچروں کی انجمن کا صدر، ریڈ کریسنٹ کا چیئرمین، تین ٹیچر اور ایک تعلیم کا انسپکٹر شامل تھے (ماریو ۳۰ اکتوبر)

آٹھ فلسطینیوں کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔ ان میں زیادہ تر ٹیچر تھے اور دو عورتیں بھی، انہیں پندرہ منٹ کے نوٹس پر جلاوطن کیا گیا۔ (یاوت ۲۵ نومبر)

یہ چند واقعات ستمبر ۱۹۶۸ء اور مارچ ۱۹۶۹ء کے زمانے کے ہیں، بعض صورتوں میں جلاوطنی کے واقعات کو اسرائیلی اخبارات نے اُردن کے مشرقی کنارے کی طرف باجازت روانگی سے تعبیر کیا ہے۔

ایک سابق پولیس سارجنٹ کو اس کے بال بچوں سمیت جلاوطن کر دیا گیا۔ (ہارتز ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء)

سات نوجوانوں کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔
(ماریو ۱۰ فروری ۱۹۶۹ء)

خواتین کی انجمن کی سیکرٹری، اور ان کی صاحبزادی جلاوطن کر دی گئیں (ہارتز ۲۸ اپریل ۱۹۶۹ء)

ڈاکٹر فیصل کنعان کو جو نبلس میں دانتوں کے ڈاکٹر تھے، اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔ (ہارتز ۲ مئی ۱۹۶۹ء)

ایک پورے بدوی قبیلہ کو وادیٔ اُردن سے جلاوطن کر دیا گیا (ہارتز ۱۲ مئی ۱۹۶۹ء)

۹ معززین جن میں ایک ٹیچر، مزدور لیڈر اور



اُس کا مکان فوج نے نذرِ آتش کیا تھا، موشے دایان کا اعتراف

نبلس شہر کا ایک انجنیئر شامل تھا۔ اُردن جلاوطن کر دیئے گئے انہیں جلاوطنی سے پہلے اپنے افرادِ خاندان سے ملنے کی اجازت تک نہیں دی گئی (ماریو ۸ رجون ۱۹۶۹ء)

تین فلسطینی معززین کو تین ماہ کے لئے جلاوطن کر دیا گیا ان میں ایک ڈاکٹر اور دو وکیل شامل تھے۔

(ماریو ۳ رجولائی)

غزہ کے علاقے سے سات فلسطینیوں کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔ (ہارٹز ۹ر مارچ ۱۹۶۹ء)

پادری الیاکس خوری نے اس درخواست پر دستخط کر دیئے ہیں کہ انہیں جلاوطن کر دیا جاتے۔

(ہارٹز ۳۱ر مارچ ۶۹ء)

دو افراد جن میں ایک انسپکٹر تعلیم تھا۔ اُردن جلاوطن کر دیئے گئے (ہارٹز ۱۷ر ستمبر ۱۹۶۹ء)

ڈاکٹر معمر کو بیت حانینا (نزد یروشلم) سے اُردن جلاوطن کر دیا گیا (ہارٹز ۱۴ر اپریل ۱۹۶۹ء)

ہبرون کے دو معزز فلسطینیوں کو اُردن سے نکال دیا گیا (ماریو ۱۷ر ستمبر ۱۹۶۹ء)

ویسٹ بینک کے پانچ ناص خاص معلموں کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔ (لاماریو ۲۴ر اپریل ۱۹۶۹ء)

رملہ کے میئر نادم الزارو اور نو معززین کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا۔ (ہارٹز ۷ر اکتوبر ۱۹۶۹ء)

ایک طالب علم کو اُردن جلاوطن کر دیا گیا (دستاویز میں اس نوع کی کئی اور مثالیں اخباروں کے حوالے سے دی گئی ہیں)

ہم آپ کی توجہ اس یادداشت کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں جو فلسطین کے ۴۲ معززین نے مقبوضہ علاقے کے اربابِ اختیار کو متعدد فلسطینی رہنماؤں یعنی یروشلم کے ایک وکیل عبداللہ، رملہ کے ابراہیم اور کمال ناصر اور مفتی فلسطین شیخ عبداللہ حامد السیہ کی جلاوطنی کے خلاف بطورِ احتجاج پیش کی تھی "یہ طریقہ انسان کے بنیادی حقوق اور بین الاقوامی ضوابط کے منافی ہے" قابض حکومت نے نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے کھلم کھلا یہ اعلان کر دیا کہ ان لوگوں کو تعاون نہ کرنے کی سزا کے طور پر جلاوطن کیا جا رہا ہے یہ بات سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ قابض حکومت کے تحت رہنے والے ہر فرد کا فاتح کے ساتھ تعاون نہ کرنا اُس کا بنیادی حق ہے اور اُس وقت تک وہ عدم تعاون کر سکتا ہے جب تک فاتح یا مفتوح کی سلامتی خطرے میں نہیں پڑتی۔

۴ر دسمبر ۶۸ء کی ہر اخباری اشاعت کے مطابق غزہ میں ہجوم پر فائرنگ سے ۳ افراد ہلاک اور ۲۷ مجروح ہوئے۔

یکم جنوری ۱۹۶۹ء کے بیان کے مطابق ہبرون میں ایک عورت اور بچہ ہلاک ہو گیا۔ سرکاری وضاحت کی رُو سے اُن کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے فوراً رکنے کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

۲۱ر جنوری ۷۰ء کے اخباروں نے خبر دی کہ فوج نے عورتوں پر فائرنگ کی، ایک عورت ہلاک اور نو زخمی ہوئیں۔

۲۲ر مئی ۶۹ء کی ایک خبر کے مطابق ایک عرب کو فوج کے گشتی دستے نے اس جرم پر گولی مار کر ہلاک کر دیا کہ وہ گشتی دستے کے حکم پر فوراً نہیں رُکا تھا۔

۱۴ر نومبر ۶۹ء کے سرکاری بیان کے مطابق رافہ کے دو باشندوں کو اس لئے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا کہ وہ کرفیو کے اوقات میں سڑک پر دیکھے گئے تھے۔

اخباروں نے یکم مئی ۶۹ء کو خبر دی کہ نبلس میں

انہی وجوہ کی بنا پر ایک فرد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا (رپورٹ میں مختلف اخباروں کے حوالے سے ایسی درجنوں مثالیں پیش کی گئی ہیں)

غزہ کے ایک مہاجر کیمپ میں ۳۱ ہزار افراد رہتے ہیں ان سے پوچھ گچھ کی گئی اور کیمپ کے علاقہ میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ ۱۷ سال سے لے کر ۶۰ سال کی عمر کے لوگوں کو قریبی میدان میں موسلا دھار بارش اور کڑکڑاتی سردی میں ۳۶ گھنٹے تک رکھا گیا۔ بہت سے لوگ ان مظالم کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

غزہ اور ویسٹ بینک میں عورتوں اور نوجوانوں کی من مانے طریقے پر اندھا دھند گرفتاریاں ہوئیں ویسٹ بینک میں خواتین کی تمام انجمنوں کی نمائندہ ۳۰۰ سے زیادہ خواتین نے ایک یادداشت اپنی دستخطوں سے اسرائیل کے وزیر دفاع موشے دایان کو بھیجی جس میں شکایت کی گئی کہ اربابِ اختیار کثرت سے بلاوجہ خواتین کو گرفتار کر رہے ہیں۔ گرفتار شدہ خواتین پر فردِ جرم بھی عائد نہیں کی گئی۔ غزہ میں اربابِ اختیار نے جو ظالمانہ اور دہشت پسندانہ کارروائیاں کی ہیں اُن میں جھونپڑیوں اور مکانات کی مسماری پھلوں کے باغات کی تاراجی اور کنوؤں کے انجنوں کی تباہی شامل ہے۔

رملہ اور البیرا میں پُرامن ہڑتال کے بعد دونوں شہروں کے لوگوں کا آنا جانا بند کر دیا گیا۔ اور اس کارروائی کو "تعلیمی اقدام" سے تعبیر کیا گیا۔

۲۹ مئی ۶۸ء کو ایک اخبار نے خبر دی کہ یروشلم کے منبری حلبش اور پانچ دوسرے افراد نے یہ شکایت کی کہ اُن پر یروشلم پولیس اسٹیشن میں ظلم و تشدد کیا اور عدالت میں انہوں نے پولیس کے اُن افراد کو پہچان لیا۔ جنہوں نے مظالم کئے تھے۔ ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے پُرامن ہڑتال کرنے کے لئے اشتہارات تقسیم کئے گئے۔

۲۴ جولائی ۶۸ء کو اخبار نے خبر دی کہ جمیل شعیب نے وزیر دفاع، پولیس کے وزیر اعظم کو مجلس صلاحیہ ثانوی اسکول کے طالب علم سعید عثمان الباہاش کی گرفتاری کے سلسلے میں یادداشت بھیجی۔ اُسے ۹ دسمبر ۶۷ء کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ۶ مہینے تک اسے کسی سے ملنے نہیں دیا گیا بالآخر جب اس سے ملنے کی اجازت دی گئی تو اس کا بایاں ہاتھ بالکل مفلوج ہو چکا تھا۔ اس نے فوجی قید خانے میں

ظلم وتشدد کے متعلق حسبِ ذیل بیان دیا۔"مجھے چھت سے لٹکایا گیا۔میرے جنسی اعضا پر ڈنڈے مارے گئے حتیٰ کہ میں بے ہوش ہوگیا۔میرے ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال کر مجھے کوڑے مار مار کر دوڑنے پر مجبور کیا گیا۔جب میرے سارے جسم سے خون بہنے لگا تو مجھے تنہا چھوڑ دیا گیا۔میرے اُوپر پیشاب ڈالا گیا۔مجھے بجلی کے جھٹکے دیتے گئے اور میرے جسم اور دماغ میں بجلی کا کرنٹ دوڑایا گیا۔میرے جسم پر رگڑ کر سگریٹیں بجھائی جاتیں، جس کے داغ اب تک موجود ہیں۔"

قیدی ابالاشفیق طلحہ آدما یروشلم جیل میں جہاں اُسے علی رفیع اور انسپکٹر گولان کی موجودگی میں قید کیا گیا تھا۔اپنے وکیل الیف لینگر کو اپنی درد بھری کہانی سناتے سناتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔انسپکٹر گولان نے اُسے چپ کرانے کی کوشش کی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔اس نے بتایا کہ ـــ گرفتاری کے فوراً بعد اُسے یہودی طوائفوں کے ساتھ ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔جنہوں نے پولیس والوں کی موجودگی میں اُسے مادر زاد ننگا کر دیا اور بُری طرح زدوکوب کیا۔اس کے بعد اُسی حالت میں تعزیری کوٹھری میں رکھا گیا۔یہاں اُسے صفائی کی بنیادی سہولتیں بھی حاصل نہیں تھیں، اور اُسے تین دن تک سارے کام خود ہی کرنے پڑے اور اُس کے بعد اُسے مزید ۸ روز تک اُسی کوٹھری میں برہنہ رکھا گیا۔پھر ایک پولیس والے نے ٹھوکریں مار کر اُسے کوٹھری سے باہر نکال دیا وہ حاملہ تھی اُس کے خون جاری ہو گیا۔لیکن اُسے طبی امداد حاصل کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔

اسی اخبار نے اسی روز ایک اور خبر میں بتایا ہے کہ لطفی للطویری نے ۱۲ اگست ۶۸ء کو اپنے وکیل الیف لینگر کو بالکل اسی طرح کی اپنی دُکھ بھری کہانی سنائی۔

بہیمانہ سلوک

اخبار نے ۱۷ اکتوبر ۶۸ء کے شمارے میں خبر دی کہ نابلس میں طالبات کے ایک مظاہرے کو گولیاں چلا کر منتشر کر دیا گیا متعدد لڑکیاں گولیوں سے زخمی ہو گئیں۔

الظاہر ہے کہ ایک ۱۵ سالہ لڑکے حسن علیئی حسن بتیات کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ اسکول سے واپس ہو رہا تھا۔اس پر یہ الزام تھا کہ اس کے پاس شناختی کارڈ نہیں تھا۔اس نے بتایا کہ چونکہ اس کی عمر



رملہ جیل میں
بیسیوں افراد کے ہاتھ
توڑ دیئے گئے!

۱۵ سال ہے اس لئے وہ شناختی کارڈ رکھنے کا مجاز نہیں تھا۔اس کے باوجود اُسے جبرون جیل میں لے جایا گیا۔ اور اُس کے سر پر ضربیں لگائی گئیں۔رہا ہونے کے چند گھنٹے بعد وہ ہلاک ہو گیا۔ایک مقامی ڈاکٹر نے بتایا کہ دماغ میں چوٹ آنے سے اُس کی موت واقع ہوئی۔

اسی اخبار نے ۲۶ دسمبر ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں ایک خبر شائع کی کہ مشرقی یروشلم سے عثمان الاراج کو نابلس گیٹ کے قریب سے طالبات کے مظاہرے کے دوران گرفتار کیا گیا۔اُسے یروشلم پولیس اسٹیشن لایا گیا اور ایک کوٹھڑی میں برہنہ کر کے ڈنڈے لگائے گئے۔تین باوردی پولیس والوں نے اسے بید سے پیٹا خاص طور سے اس کے جنسی اعضا پر ضربیں لگائیں، اسے ننگا چھوڑ دیا گیا اور پھر زدوکوب کیا گیا۔لیکن اس نے اقبال نہیں کیا۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو اسے رہا کر دیا گیا۔ساتھ ہی یہ تنبیہہ کی گئی کہ اس پوچھ گچھ کی روداد کسی سے بیان نہ کرنا۔تاہم اُس نے فوراً ایک ڈاکٹر سے رجوع کیا جس نے سرٹیفکیٹ جاری کر دیا کہ اسے بُری طرح زدوکوب کیا گیا ہے جس سے جسم کو شدید ضربات لگی ہیں، اُس نے اربابِ اختیار کو شکایت بھیجی، دوسرے روز یعنی ۲۹ اکتوبر کو اسے دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔اور اسے کال کوٹھڑی میں اُس وقت تک بند رکھا گیا جب تک اس کے جسم سے ظلم وتشدد کی ساری نشانیاں مٹ نہیں گئیں، بعد میں اسے رہا کر دیا گیا۔

عدالت بھی چپ ہے

البیرا کے راجب عبدالمعطی البدراس کو ۶ اکتوبر ۶۶ء کو گرفتار کر لیا گیا۔۶ ماہ قید میں رکھا گیا۔اس پر فردِ جرم عائد کی گئی۔لیکن اسے عدالت کے سامنے پیش کئے بغیر رہا کر دیا گیا۔انتظامی آرڈیننس کے تحت اُسے فوراً دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔اسکے ساتھ کے دوسرے قیدیوں نے اُس کے عزیزوں کو بتایا کہ اسے الٹا لٹکایا گیا۔اس کی انگلیوں کے کئی ناخن ضائع ہو گئے۔اسے ۱۲ نومبر ۶۸ء کو رہا کیا گیا۔اس کی انگلیوں کے نکلے ہوئے ناخن اس کے وکیل نے بھی دیکھے، ایک درخواست وزیرِ انصاف کو بھیجی گئی۔اس کے دوسرے روز انتظامی آرڈیننس کے ذریعہ اسے آئندہ ۶ ماہ کے لئے دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

۱۴۔اسی اخبار نے ۲۸ جنوری ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں تحریر کیا ہے کہ اسرائیل کے وزیرِ دفاع موشے دایان نے فائرنگ سے تین فلسطینی باشندوں کی ہلاکت اور سات افراد کے زخمی ہونے کے متعلق جن میں ایک چھ سال کا بچہ بھی شامل تھا۔ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا

جیلوں کی موجودگی میں

قیدیوں پر تشدد کیا جاتا ہے

کہ فائرنگ جائز تھی۔

۱۵-۲۲ مارچ ۱۹۶۹ء کو ایک خبر میں بتایا گیا کہ مشرقی یروشلم کے قائم ابوغفار کو ۲۳ مارچ ۱۹۶۹ء کو گرفتار کیا گیا تھا۔ جو جیل میں ہلاک ہو گیا۔ اس کی موت کی تحقیقات نہیں کی گئی۔ پولیس اس کی لاش سیدھی قبرستان لے گئی۔ اس کے عزیزوں کو مجبور کیا گیا کہ فوراً اسے دفنا دیں۔

۱۶۔ اسی اخبار نے ۱۸ جون ۱۹۶۹ء کو ایک خبر میں بتایا کہ جروں جیل کے حالات درج ذیل ہیں قیدیوں کو دن میں صرف دو بار ۷ بجے شام اور ۶ بجے صبح کو بول و براز کے لئے پانچ منٹ کی مہلت دی جاتی ہے۔

۱۷۔ اسی اخبار نے ۱۹ نومبر کو خبر دی کہ رملہ فوجی عدالت میں بشیر الخیری نے اپنے مقدمہ کی سماعت کے دوران میں بتایا کہ یروشلم جیل میں سب پر مزید مظالم توڑے گئے۔ استغاثہ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے دورِ حکومت میں ظلم و تشدد کا شائبہ نہیں، میں اس عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسی وقت رملہ جیل کا معائنہ کرنے کے لئے میرے ساتھ چلے جو شکل سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے میں وہاں ایسے بیسیوں افراد دکھاؤں گا جن پر ظلم و تشدد کیا گیا ہے، خون ان کے جسموں سے بہہ رہا ہے اور ان کے ہاتھ ٹوٹے ہوتے ہیں۔ اگر آپ خلوص دل سے انصاف کرنا چاہتے ہیں تو پھر میری درخواست پر عمل کیجئے" اس کے وکیل الیف لینگر نے اس کی درخواست کی حمایت کی۔ لیکن عدالت نے جواب میں کہا "آپ اپنا دفاع کریں۔ دوسروں کا نہیں۔ ہمیں جیل جانے سے کوئی دلچسپی نہیں"۔

اسی اخبار نے ۱۴ مئی ۱۹۷۰ء کے شمارے میں لکھا کہ وکیل الیف لینگر نے پولیس کے وزیر کے نام اپنے کھلے خط میں جس کا عنوان تھا "جناب پولیس کے وزیر صاحب! صداقت کہاں ہے؟" ظلم و تشدد کے حسب ذیل واقعات کا ذکر کیا جو گزشتہ ماہ کے دوران ان کے علم میں آئے۔

مشرقی یروشلم کا عبدالمطلب البو رمیلہ گرفتاری کے تین ماہ بعد جیل میں پاگل ہو گیا۔ قیدیوں کو ہفتہ میں صرف ایک بار ہاتھ منہ دھونے کی اجازت ہے۔ انہیں نماز کے لئے وضو کرنے کی بھی اجازت نہیں، روزانہ ٹہلنے تک کی اجازت نہیں کوٹھریاں ہولناک حد تک تنگ ہیں۔

نعیم الاشہب نے جیل سے ایک مکتوب میں لکھا کہ "قید کے دوران مجھے قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اسرائیل جمہوریت کا کیا مفہوم ہے۔ حتیٰ کہ جیل میں علاج معالجہ کے سلسلے میں یہودیوں اور عربوں کے درمیان نسلی امتیاز برتا جاتا ہے۔ مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اسرائیلی عرب سیاسی قیدیوں کے خلاف انتظامیہ کے علم اور منظوری سے خلاف فطری جنسی عمل کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

اخبار مذکور نے ایک دوسری خبر میں جس کا عنوان تھا "اشکلون جیل کے حالات" بتایا کہ قیدیوں کو اپنے سر جھکائے بغیر اپنے وارڈروں کو مخاطب کرنے کی اجازت نہیں، یہ لوگ ننگی زمینوں پر باری باری سوتے ہیں، ان پر چٹائیاں تک نہیں ہوتیں قیدیوں کو جن میں سے بیشتر تعلیم یافتہ ہیں کتابیں وغیرہ فراہم نہیں کی جاتیں، قیدیوں کو دن میں صرف دو بار ۷ بجے شام اور ۶ بجے صبح اور وہ بھی محض ڈیڑھ ڈیڑھ منٹ کے لئے حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔

اسی اخبار نے ۲۴ ستمبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ یوسف عبداللہ عدوان کو انتظامی آرڈیننس کے تحت ۲۹ مارچ ۱۹۶۹ء کو تلکارم جیل میں قید کیا گیا تھا اسے اپنے وکیل الیف لینگر سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی اسے اس بری طرح زدوکوب کیا گیا کہ طویل عرصے تک ہل جل نہیں سکتا تھا۔ یوسف نے بتایا کہ اسرائیلیوں کو جلتی ہوئی ماچس سے میرے ہونٹ جلانے میں بڑا لطف ملتا تھا۔ اور اس کے بعد وہ مجھ سے تاکید کرتے تھے کہ میں ان جلے ہوتے ہونٹوں سے ان سلگتی ہوئی دیا سلائیوں کو بجھا دوں، اپیل کمیشن کے چیئرمین نے اس موضوع پر کچھ سننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان باتوں سے کمیشن کا نہ تو کوئی تعلق ہے اور نہ یہ اس کا کام ہے۔

اسی اخبار نے ۲۴ ستمبر ۱۹۶۹ء ہی کو یہ خبر بھی دی کہ مشرقی یروشلم کے اسحاق علی المارا جی کو مارچ ۱۹۶۹ء کو گرفتار کیا گیا۔ اسے الٹا لٹکایا گیا اور دروں سے زدوکوب کیا گیا اس کے سر پر لکڑی سے ضربات لگائی گئیں اور باری باری اس پر گرم اور ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔ اسے بجلی کے جھٹکے بھی دیتے گئے اس کے سر پر ان مظالم کے نشانات صاف نظر آتے ہیں۔

پولیس کے وزیر کے نام قیدیوں کے وکیل الیف لینگر نے اپنے کھلے خط میں تحریر کیا ہے کہ آپ کو اسحق المارا جی کے کیس سے مطلع کر دیا گیا ہے مسٹر ماراجی نے پوچھ گچھ کرنے والے ان افراد کے نام بتاتے ہیں جنہوں نے اسے یروشلم پولیس اسٹیشن میں زدوکوب کیا تھا اور ظلم و تشدد کی تفصیلات بیان کی تھیں، اس کے خلاف الزامات ختم کر دیئے گئے۔ اور اب وہ ایک انتقامی قیدی ہے، وہ اب بھی صحت یاب نہیں ہوا۔ پولیس افسروں نے اس سے ظلم و تشدد کی شکایت کی تصدیق کرنے کے لئے بلایا تھا مگر اس کے وکیل کو اس موقع پر موجود رہنے کی اجازت نہیں دی۔ اور اس کے بعد پولیس کی تفتیش ختم ہو گئی۔ اور وزارت پولیس نے دعویٰ کیا کہ ماراجی نے الزامات کی تصدیق سے انکار کر دیا ہے، کیا اس قسم کے طریقۂ کار کو تفتیش کہا جا سکتا ہے؟ ایسے لوگوں کو گواہی دینے کے لئے کیوں نہیں بلایا گیا جنہوں نے قیدیوں کو زدوکوب کرتے ہوئے اور ان کے جسموں سے خون بہتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ قیدی کو اس کے وکیل کی موجودگی میں اپنی شکایت کی توثیق کرنے کی کیوں اجازت نہیں دی گئی۔ جو ثبوت انسان کے جسم پر زخم یا زخم کی نشانی کے طور پر موجود ہو کیا وہ کافی ثبوت نہیں؟

تیل، عرب ممالک کا ایک مؤثر اور تباہ کن ہتھیار

اسرائیل ایک

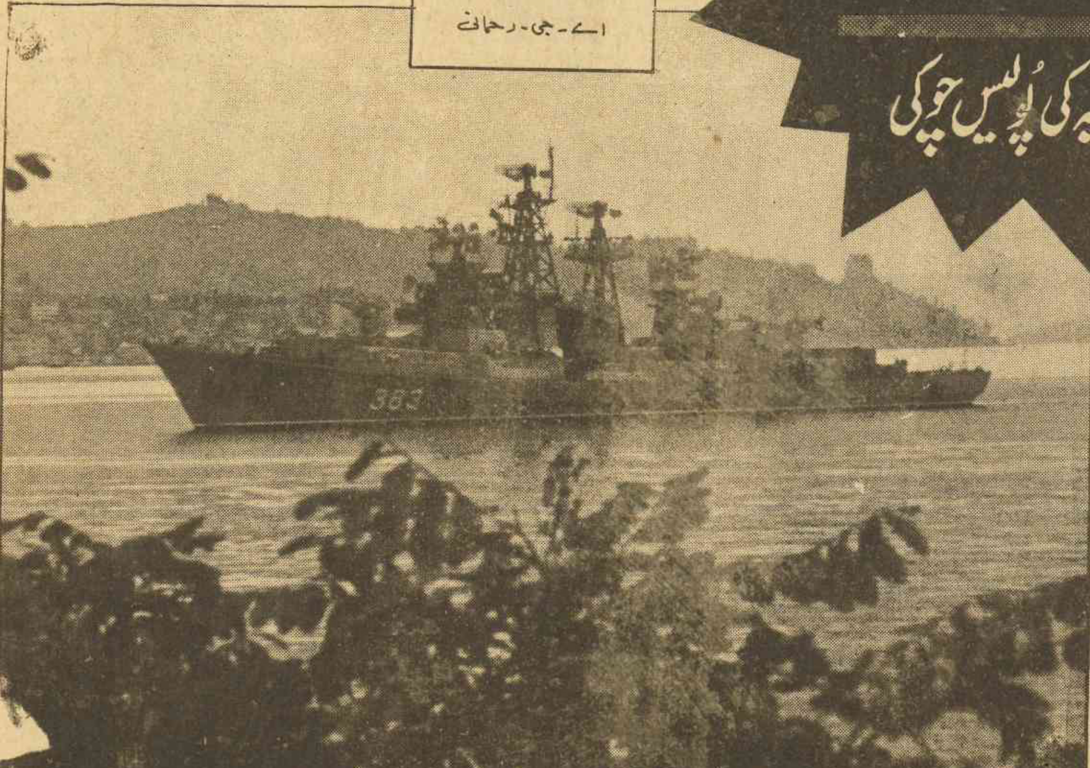
برطانیہ کی پولیس چوکی

عربوں نے سفارتی اور سیاسی جنگ جیت لی !!

اے - جی - رحمانی

مشرقِ وسطیٰ ایک بار پھر جنگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ چوتھی عرب اسرائیل جنگ کو دوسرا ہفتہ شروع ہو چکا ہے۔ اسرائیل کے خلاف عرب ممالک ایک بار پھر ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اس سے قبل وہ تین جنگیں لڑ چکے ہیں جن میں اسرائیل نے امریکی سامراج کی پشت پناہی سے عربوں کو زبردست نقصان پہنچایا تھا اور ان کے وسیع علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔

ماضی کی جنگوں کے برعکس موجودہ جنگ میں عربوں کا پلہ ابتدا ہی سے بھاری رہا ہے۔ اور اس جنگ کا نتیجہ یقیناً عربوں کے حق میں ہوگا۔ سیاسی اور سفارتی سطح پر عرب یہ جنگ پہلے ہی جیت چکے ہیں۔ آج پوری دنیا میں اسرائیل اور اس کا سرپرست اعلیٰ امریکی سامراج تنہا رہ گئے ہیں۔ آج نہ صرف ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک بلکہ یورپ کے وہ ممالک بھی عربوں کے موقف کی کھل کر حمایت کر رہے ہیں جو ماضی میں اسرائیل کی حمایت کرتے تھے، موجودہ جنگ میں فرانس، مغربی جرمنی اور مغربی یورپ کے دوسرے ممالک جو پہلے اسرائیل کے زبردست حامی تصور کئے جاتے تھے آج یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ عربوں کا موقف درست ہے حتیٰ کہ برطانیہ بھی جو اسرائیل کی ناجائز ولادت کا براہِ راست ذمہ دار ہے، یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک اقوامِ متحدہ کی قرارداد نمبر ۲۴۲ کے تحت اسرائیل عربوں کے مقبوضہ علاقے خالی نہ کر دے۔ عربوں کی سفارتی کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عالمی رائے عامہ واضح طور پر عربوں کے حق میں ہے اور امریکہ جیسے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل میں اپنی مرضی کے فیصلے کرا لینے میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ آج سر توڑ کوششوں کے باوجود سلامتی کونسل میں اپنی جنگ بندی کی قرارداد پیش کرنے کی جسارت نہیں کر رہا ہے۔ عالمی رائے عامہ میں یہ تبدیلی کیسے رونما ہوئی؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے ہمیں ماضی کے ان سیاسی اور معاشی محرکات کا جائزہ لینا پڑے گا جن کے نتیجے میں اسرائیل



روس کے تین میزائل بردار جنگی جہازوں میں ایک جہاز بحیرہ باسفورس سے گذر رہا ہے۔ روسی بیڑے کے اور جہاز بحیرہ روم میں لنگر انداز ہیں۔

کا خنجر عالم عرب کے سینے میں پیوست کیا گیا۔

عروج کے اس زمانے میں جب سلطنتِ برطانیہ میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ برطانیہ کو عرب ممالک کے تیل کی دولت کو اپنے قبضے میں رکھنے، اپنے سامراج مفادات کا تحفظ کرنے اور عرب ملکوں کو" لگام دینے" کیلئے ایک پولیس چوکی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سامراجیوں کے مفادات کے محافظ ادارے مجلس اقوام کی منظوری سے ۱۹۱۹ء میں فلسطینی ریاست قائم کی گئی۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۸ء تک برطانیہ خود اس علاقے پر قابض تھا۔ لیکن اس علاقے میں یہودیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ چنانچہ دنیا بھر سے یہودیوں کو لا لا کر یہاں بسایا گیا اور انہیں عربوں کے سینے پر مونگ دلنے کی تربیت دی گئی۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب برطانیہ اپنی نوآبادیات چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تو سامراجیوں نے ۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے فلسطین کو ریاستوں میں تقسیم کرنے کی قرارداد منظور کرالی فلسطینی ...ں نے جب اس بین الاقوامی دھاندلی کے خلاف آواز اٹھائی تو بڑے پیمانے پر ان کا قتلِ عام ہوا اور انہیں ارضِ فلسطین سے نکال پھینکا گیا۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں سامراجیوں نے اقوامِ متحدہ سے جو ان کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی جنگ بندی منظور کرالی اور اعلان بالفور کے ذریعے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا گیا، جسے امریکہ، برطانیہ اور دوسرے سامراجیوں نے فوراً تسلیم کر لیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد عالمی سطح پر نئی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ جنگِ عظیم میں حصہ لینے والی تمام یورپی طاقتیں جنگ کے زخموں سے نڈھال تھیں، سلطنتِ برطانیہ کا سورج لبِ بام آگیا تھا نوآبادیات ہاتھ سے نکل جانے کے بعد برطانیہ، امریکی قرضوں میں گلے گلے ڈوب چکا تھا۔ جنگ کے بعد امریکہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت کی حیثیت سے ابھرا جو فوجی اور اقتصادی اعتبار سے طاقتور ترین ملک تھا۔ چنانچہ برطانیہ نے عرب ممالک میں اپنے تیل کے ۹۵ فیصد مفادات امریکہ کے سپرد کر دیئے۔ ان مفادات کی نگرانی اور اسرائیل کی پرورش اب امریکہ کا فریضہ ٹھہرا۔ اور اسرائیلی پولیس چوکی امریکہ کے زیرِ حفاظت آگئی۔ امریکہ نے اسرائیل کو بھرپور فوجی اور اقتصادی امداد دی اور اسے جدید ترین اسلحہ سے لیس کیا۔ اسرائیل سامراجیوں کی توقعات پر پورا اترا۔ اس نے عرب ممالک کو دہشت زدہ کر کے انہیں سامراجی بندھنوں کو توڑنے سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی۔ اس کا ثبوت ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۵ء کی جنگیں ہیں۔ جن میں اسرائیل نے اس وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا۔ جس کی دنیا میں مثال ملنا مشکل ہے۔ اس درندگی کا مقصد صرف عربوں کے حوصلے پست کرنا تھا۔ ان دونوں جنگوں میں یورپ کے سامراجی ملکوں نے اسرائیل کی حمایت اور عربوں کی مخالفت میں امریکی سامراج کی ہمنوائی کی۔ خود عرب ملکوں میں جہاں شہنشاہیت برقرار ہے یہ تاثر

> حالیہ جنگ میں
> یورپی ممالک بھی
> عربوں کی حمایت
> کرنے پر مجبور
> ہو گئے!!

تھا کہ اگر سامراجی تسلط ختم ہو گیا تو شہنشاہیت بھی ختم ہو جائے گی۔

۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد سے عرب ملکوں کے رویے میں نمایاں اور واضح تبدیلیاں آئیں۔ عربوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ سامراجی طاقتوں اور انکے آلۂ کار اقوامِ متحدہ پر بھروسہ کر کے وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے کبھی واپس نہیں لے سکیں گے، اپنے حقوق کی بازیابی کیلئے انہیں صرف اپنے وسائل اور دنیا بھر کے ترقی پسند اور انصاف پسند عوام کی حمایت پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ عربوں کو پہلی بار یہ احساس ہوا ہے کہ سامراجیوں کے خلاف جنگ میں متحد ہو کر وہ تیل کو بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ جنگ صرف اسرائیل اور مصر و شام کے درمیان نہیں ہے بلکہ درحقیقت پورا عالم عرب' امریکی سامراج اور اس کے پروردہ اسرائیل کے خلاف نبرد آزما ہے۔ اور عرب یقیناً اس مرتبہ تیل کو بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے اس جنگ میں تیسری دنیا کے علاوہ یورپ کے وہ ممالک بھی جو کل تک امریکہ کی ہمنوائی کر رہے تھے آج عربوں کی حمایت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ ان ممالک کے رویے میں یہ تبدیلی کیوں آئی ہے؟ اس کے لئے ہمیں جنگِ عظیم کے بعد یورپی ملکوں میں ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لینا ہوگا۔

یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ یورپی ممالک اب دوسری جنگِ عظیم کے نقصانات کی تلافی کر چکے ہیں۔ گذشتہ پچیس برسوں کے دوران وہ اپنی جنگ سے متاثرہ معیشت کو بحال کر کے کہیں زیادہ مستحکم ہو چکے ہیں۔ اب تک یورپ کی معیشت امریکی مفادات کے تابع تھی اور ڈالر کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی لیکن حالیہ چند برسوں میں یورپی ملکوں کو اپنی معیشت امریکی مفادات کے تابع رکھنے کے نقصانات کا اندازہ ہو چکا ہے۔ وہ مشرقی بلاک اور ایشیا اور افریقہ کے ترقی پذیر ملکوں سے براہِ راست تجارتی رشتے استوار کرنا چاہتے ہیں۔ آج جاپانی ین اور جرمن مارک امریکی ڈالر کو بحران سے دوچار کر سکتے ہیں۔ یورپی مشترکہ منڈی بھی درحقیقت یورپی ملکوں کی اسی خواہش کی مظہر ہے کہ یورپ کو امریکہ کے اقتصادی تسلط سے نجات دلائی جائے۔ اقتصادی میدان میں یورپ اور امریکہ کا یہ باہمی تضاد مشرقِ وسطیٰ کی جنگ میں بھی نمایاں ہے۔ اور یورپی ممالک عربوں کی حمایت کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ اگر عربوں نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تو اس فیصلے سے امریکہ کے مقابلے میں یورپی ممالک زیادہ متاثر ہوں گے کیونکہ مغربی یورپ اور جاپان اپنے تیل کی ۹۰ فیصد سے زائد سپلائی کے لئے عرب ملکوں کے محتاج ہیں۔ اس صورت حال نے امریکی سامراج اور اس کے پروردہ

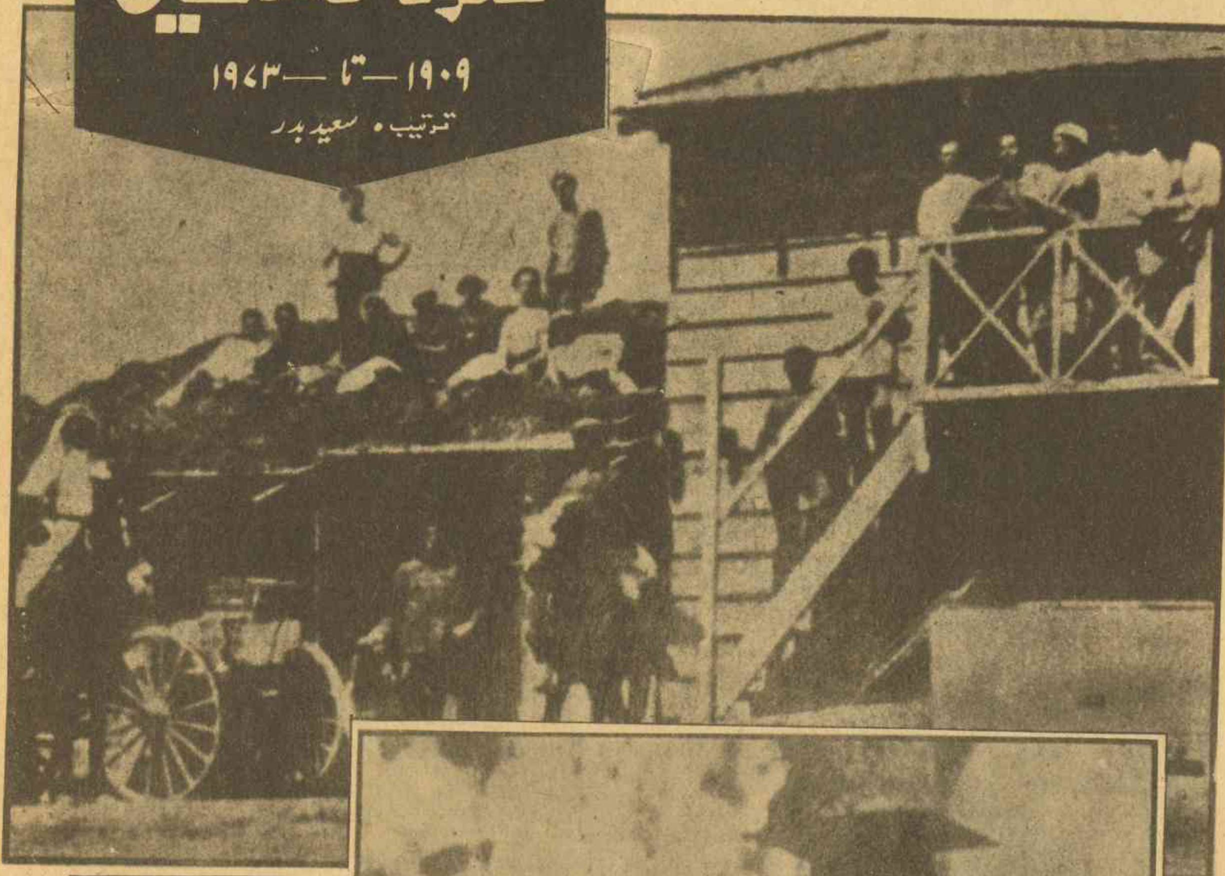
باقی صفحہ ۴۲ پر

تصویری آئینہ

معرکۂ فلسطین

۱۹۰۹ — تا — ۱۹۷۳

ترتیب • سعید بدر



۱۹۰۹ء

۱۸۴۰ سال کی جلاوطنی کے بعد فلسطین میں داخل ہونے والے پہلے یہودی جنہوں نے تل ابیب کی بنیاد رکھی اور دنیا بھر کی صیہونی تنظیموں کی امداد سے وہاں کھیتی باڑی کے پورے نظام پر قبضہ کر لیا۔



۱۹۲۰ء

برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ بالفور عربوں کی سرزمین فلسطین پر یہودی حکومت کے قیام کا اعلان کر رہے ہیں اس اعلان نے پہلی بار یہودی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کی تھی

۱۹۴۷ء



عربوں کی شدید مزاحمت
کے بعد انگریزوں نے
فلسطین میں یہودیوں
کے داخلے کو محدود کرنے
کا اعلان کر دیا لیکن اس
کے باوجود ناجائز ذریعوں
سے یہودی اس سرزمین
پر آتے رہے، ایک
امریکی بحری جہاز
ایسے ہی یہودیوں کو
ساحل فلسطین پر اتارتا
ہوا نظر آرہا ہے

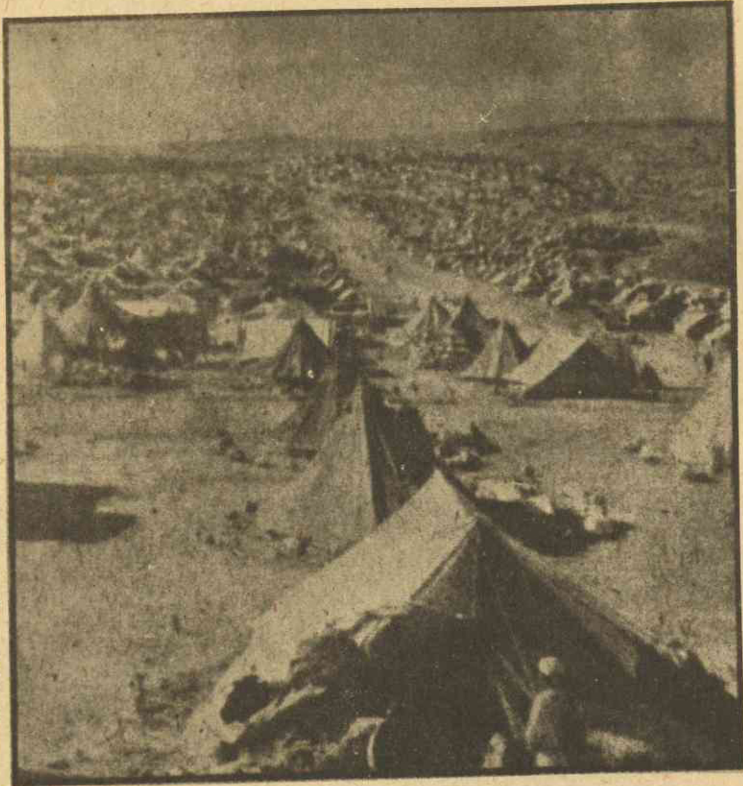


۱۴ مئی کو ڈیوڈ بن
گوریان انگریزوں کا
انتداب ختم ہونے
کے بعد صیہونی ریاست
کے قیام کا اعلان کر رہے
اس اعلان کے بعد عربوں
اور اسرائیلی فوج
میں خونریز جنگ
شروع ہوگئی تھی۔

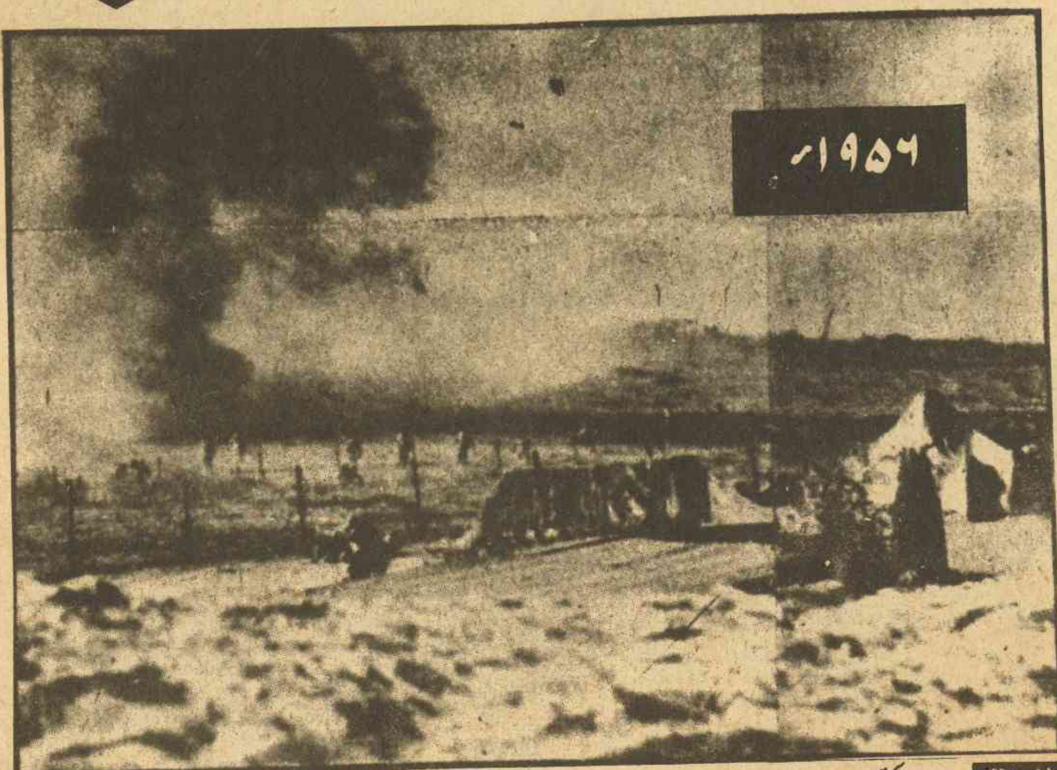
۱۹۴۸ء

نومبر ۴۸ء ۱۹ میں عربوں کو شکست ہوئی۔ سات لاکھ فلسطینی عرب بے دیار ہو گئے۔ یہ وہ کیمپ ہیں۔ جن میں فلسطینی عرب اپنے آبائی مکانوں سے نکل کر پناہ گزین تھے' ان کی جائیدادوں کو صیہونیوں نے ہتھیا لیا فلسطینیوں کی اتنی بڑی تعداد میں بے گھر ہو جانے سے فلسطین میں سات لاکھ یہودیوں کے مقابلے میں دو لاکھ عرب رہ گئے

۱۹۴۸ء



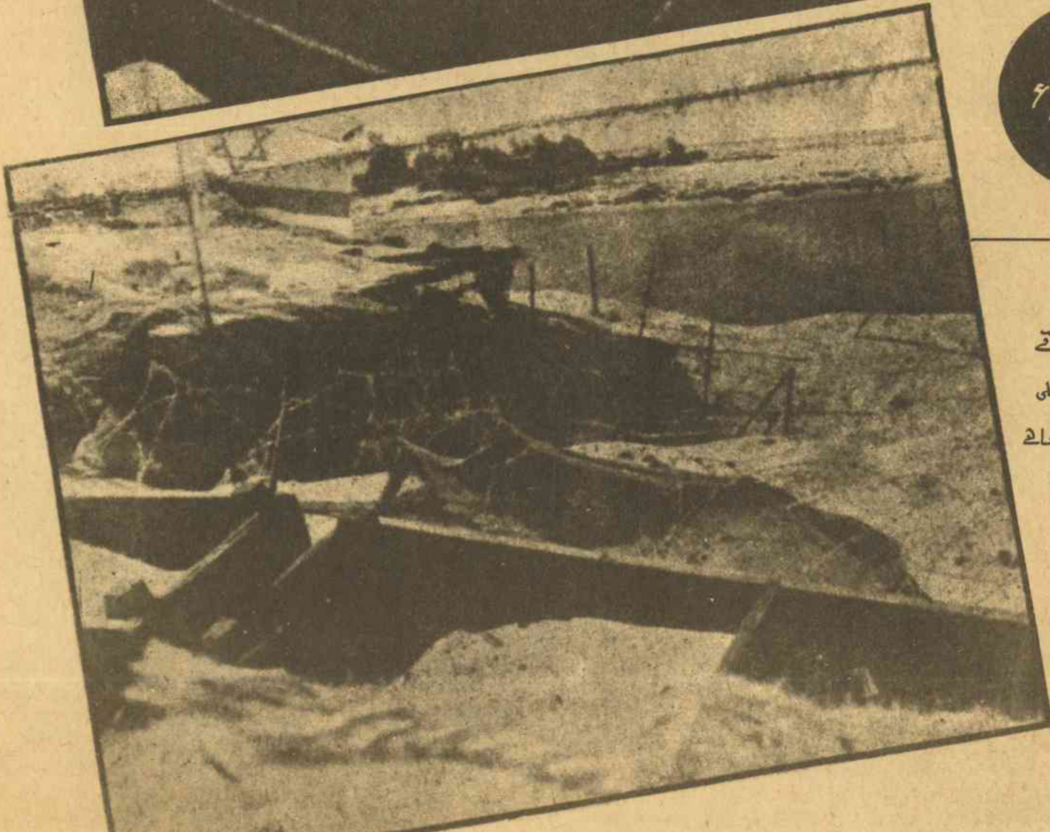
مصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کیا تو برطانیہ فرانس اور اسرائیل نے ایک ساتھ اپنی فوجیں صحرائے سینا میں اتار دیں، مصریوں نے اس جارحیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ نہر سویز اور اس کے گرد و نواح میں بم اور گولے پھٹتے نظر آ رہے ہیں۔ بعد میں عالمی دباؤ کے باعث تینوں جارح ملکوں کو اپنی افواج واپس بلانا پڑی تھیں۔





اسرائیلیوں اور عربوں میں جون ۱۹۶۷ء میں چھ روزہ جنگ ہوئی، پلڑا اس بار بھی یہودیوں کا ہی بھاری رہا۔ مسلمانوں کا قبلہ اول یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا یہودی دیوار گریہ کے پاس عبادت میں مصروف ہیں۔

۱۹۶۷ء

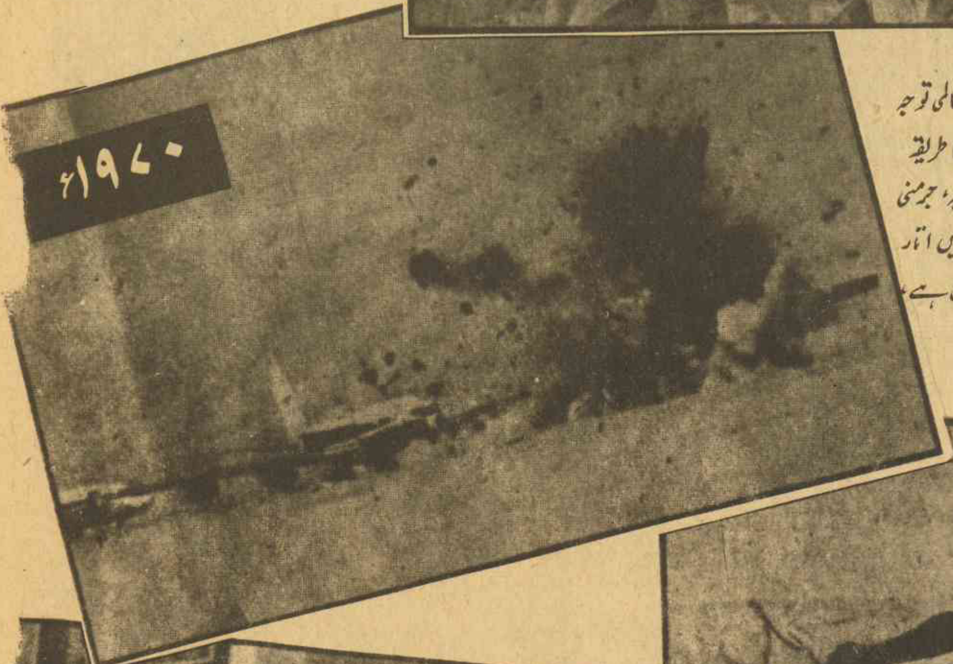


مقبوضہ علاقے میں اسرائیلی پرچم لہرا رہا ہے

۱۹۶۸ء



فلسطینی نوجوانوں نے تحریک آزادی کی متعدد تنظیمیں قائم کی ہوئی ہیں۔ تحریکِ مزاحمت فلسطین کے یہ نوجوان فدائی اپنی مقدس سرزمین کی بازیابی کے لئے گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں



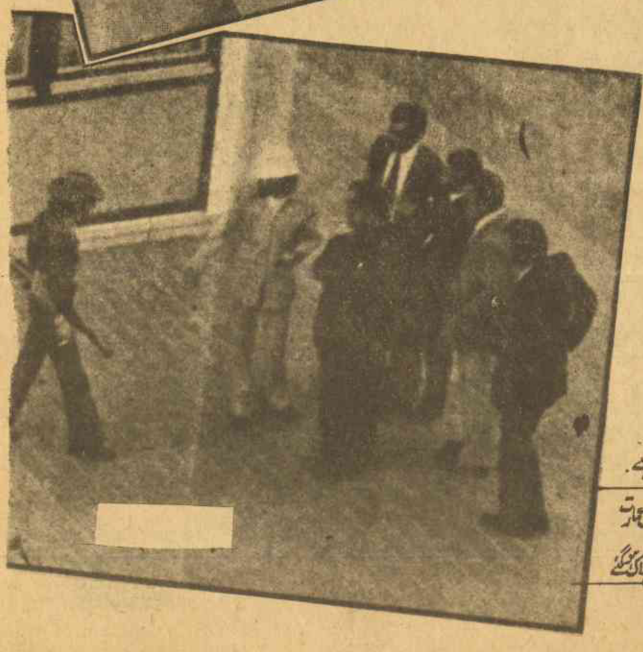
۱۹۷۰ء

عرب فدائیوں نے فلسطین کے مسئلے کی جانب عالمی توجہ مبذول کرانے کے لئے طیارے اغوا کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ چنانچہ ستمبر ۷۰ء میں انہوں نے برطانیہ، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے تین مسافر طیاروں کو اردن میں اتار لیا۔ ان میں ایک طیارے میں آگ لگی ہوئی نظر آرہی ہے، جسے فدائیوں نے تباہ کر دیا تھا۔

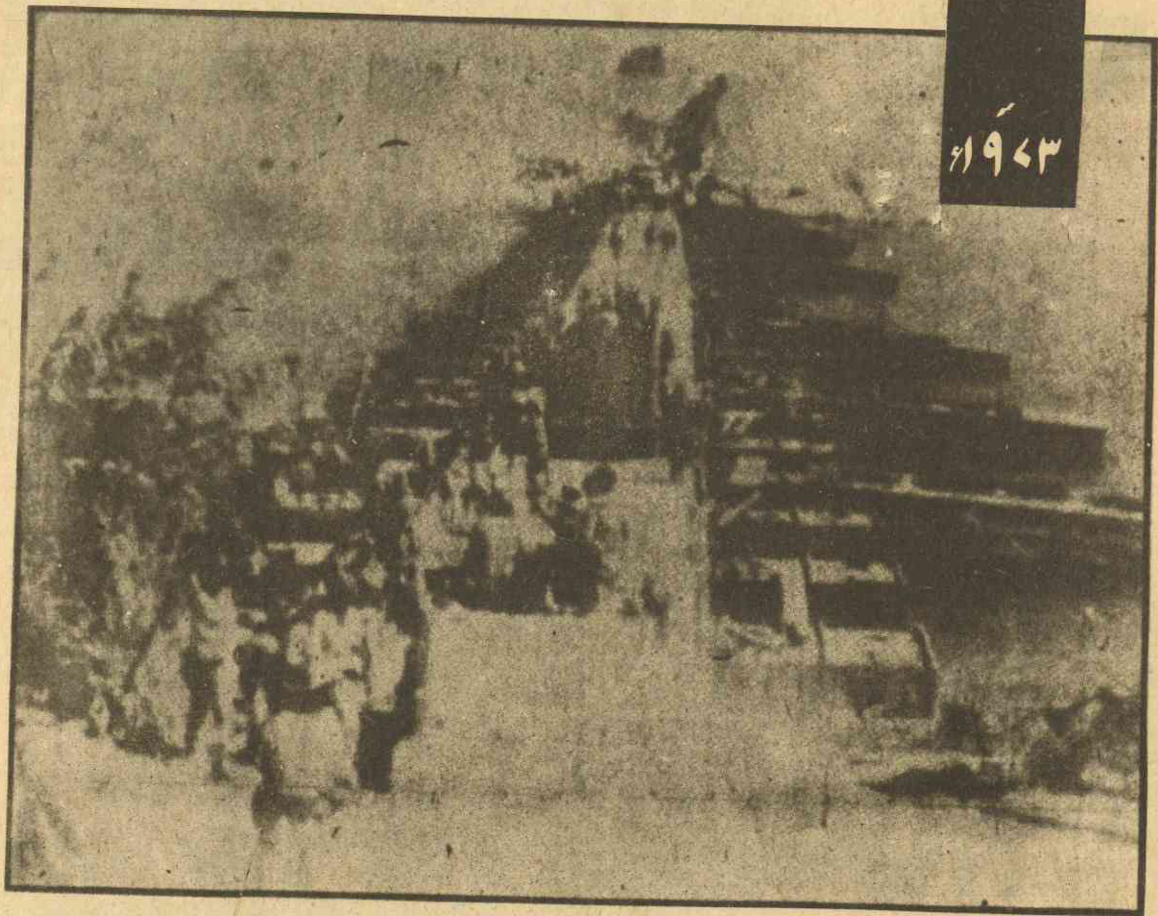


۱۹۷۰ء

فدائیوں اور اردنی فوج میں ٹھن گئی۔ فدائی شاہی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ایک نوجوان شہید فدائی کی لاش پر چادر ڈال رہا ہے۔



میونخ کے اولمپک میلے میں عرب فدائیوں کی تنظیم بلیک ستمبر کے گوریلوں نے گیارہ اسرائیلی کھلاڑیوں کو اغوا کر لیا۔ جس عمارت میں یہ یرغمال رکھے گئے اسکے باہر ایک جرمن افسر مقامی حکام کو صورتحال سے آگاہ کر رہا ہے۔ بعد میں اسرائیل کے گیارہ کھلاڑی ہلاک ہو گئے



مصری فوج اور اس کے ٹینک نہر سوئز پر بنے ہوئے کشتیوں کے پل کو
پار کر کے صحرائے سینا میں داخل ہو رہے ہیں -!

بقیہ: اسرائیل کو امریکی امداد

شہریت ختم کر دی جاتی ہے۔ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے مطابق امریکی باشندے اسرائیلی فوج میں شامل ہو کر بھی لڑ سکتے ہیں۔ اور امریکی شہریت بھی رکھ سکتے ہیں! اسرائیلی قانون کے مطابق امریکی یہودی اسرائیل میں داخل ہوتے ہی اسرائیلی شہریت کے حق دار ہو جاتے ہیں۔

یہودیوں کا امریکی کانگریس اور حکومت پر بڑا غلبہ ہے۔ دفتر خارجہ کے اعلیٰ عہدوں پر وہی افراد فائز ہو سکتے ہیں۔ جن پر یہودیوں کا اعتماد ہو۔ ٹرومین سے لے کر نکسن تک، ہر امریکی صدر کی یہ کوشش رہی ہے کہ اسرائیل سے گہرا اور بھرپور تعاون کیا جائے۔ یہ امریکی خارجہ پالیسی کا اہم اور بنیادی اصول ہے

●

بقیہ

برطانیہ کی پولیس چوکی

اسرائیل کو اقوام عالم کی برادری میں بالکل الگ تھلگ اور ننگا کر دیا ہے۔ امریکہ نے اگر اسرائیل کی حمایت میں عربوں کے خلاف براہِ راست کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو اسے ساری دنیا کے عوام کی جانب سے نفرت کے سوا کچھ نہ ملے گا جہاں تک اشتراکی ممالک اور تیسری دنیا کا تعلق ہے۔ روس چین، ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے تقریباً تمام ممالک عربوں کے ساتھ ہیں اور وہ دن دور نہیں جب عرب اپنے کھوئے ہوئے حقوق حاصل کر لیں گے اور جنوب مشرقی ایشیا کی طرح مشرقِ وسطیٰ سے بھی امریکہ کو ذلیل ہو کر اپنا بوریا بستر سمیٹ کر نکلنا ہو گا۔

معذرت

ہمیں افسوس ہے کہ اشاعتِ خصوصی کی وجہ سے پی۔ ایف۔ یو۔ جے کے صدر جناب منہاج برنا کا شیخ حامد محمود کے خط کے جواب میں تحریر کیا جانے والا مضمون اس شمارہ میں شامل نہیں ہو سکا۔ (ادارہ)

Regd No : S - 2772
Weekly "Al - Fatah" Karachi
18-25 OCT 1973